حضرت

میر محمد اسماعیل

سیّد حمید اللہ نصرت پاشا

حضرت

میر محمد اسماعیل

رضی اللہ عنہ

تصنیف

سیّد حمید اللہ نصرت پاشا

هُوَ الَّذِیۡ بَعَثَ فِی الۡاُمِّیّٖنَ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ یَتۡلُوۡا عَلَیۡهِمۡ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَکِّیۡهِمۡ وَ یُعَلِّمُهُمُ الۡکِتٰبَ وَ الۡحِکۡمَةَ ٭ وَ اِنۡ کَانُوۡا مِنۡ قَبۡلُ لَفِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ ۙ﴿۳﴾ وَّ اٰخَرِیۡنَ مِنۡهُمۡ لَمَّا یَلۡحَقُوۡا بِهِمۡ ؕ وَ هُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ ﴿۴﴾

(سورة الجمعة:3،4)

انتساب

سَیِّدُ الاُمِّیِّین وَ الۡآخَرِیۡن

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

کے نام

عرض حال

یہ کتاب بعنوان ''حضرت میر محمد اسماعیلؓ'' حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی ہدایت پر صد سالہ جوبلی خلافت احمدیہ کے موقع پر لکھی گئی تھی۔ 2008ء میں اس کتاب کی طبع اوّل مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کے زیر اہتمام شائع ہوئی۔ 2009ء میں اس کتاب کی طبع دوم نظارت نشر و اشاعت قادیان کے زیر اہتمام شائع ہوئی۔ اب متن اور حوالہ جات کی بعض اصلاحات کے بعد، یہ کتاب وکالت تصنیف لندن کے زیر اہتمام تیسری مرتبہ شائع ہو رہی ہے۔ الحمدللہ۔ اصلاحات کے کام میں وکالت تصنیف لندن، شعبہ تاریخ احمدیت ربوہ، خلافت لائبریری ربوہ اور ریسرچ سیل ربوہ کی گراں قدر معاونت حاصل رہی۔

اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر دے۔ آمین۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء۔

خاکسار

سید حمید اللہ نصرت پاشا

2019ء

فہرست مضامین

حضرت میر محمد اسماعیل رضی اللہ عنہ

تعارف

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی ذات رحمان اور رحیم ہے۔ اس کی ذات کی طرح، اُس کی رحمت کے جلوے بھی لاتعداد اور لامحدود ہیں۔ اور رحمت کے ان بے شمار جلووں میں سے وہ جلوہ کہ جو سب سے حسین ہے، وہ اس کے رسول اور خاتم النبین حضرت **محمد** مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک وجود ہے۔ آپؐ کا وجود ایک مجسم رحمتِ خداوندی ہے، ایک ایسی رحمت جو زمان و مکان کی بندشوں سے آزاد ہے۔ آپؐ کا فیض نہ کسی خطہء زمین سے مخصوص ہے، اور نہ کسی خاص دور تک محدود۔ آپؐ کا فیض آفاقی بھی ہے اور دائمی بھی۔ غرضیکہ آپؐ رحمۃٌ للعالمین ہیں۔

یوں تو تمام انسانیت ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فیض یافتہ ہے کیونکہ انسانیت کا وجود ہی حضورؐ کے مرہون منت ہے، لیکن نسلِ انسانی کے دو طبقات خصوصیت سے ایسے ہیں، جو دیگر تمام طبقات سے بڑھ کر رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے فیض یاب ہیں۔ قرآن کریم کی سورۂ جمعہ میں، ان میں سے پہلے گروہ کا نام اُمّیّین [1] بیان ہوا ہے اور دوسرے گروہ کا نام آخَرین [2] ہے۔ اُمّیّین اُس جماعت کا نام ہے جسے براہِ راست اور بلاواسطہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

1- سورة الجمعه: 3
2- سورة الجمعه : 4

فیضیاب ہونے کا عظیم شرف حاصل ہوا۔ گویا اُمّیین سے مراد صحابۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جماعت ہے۔ جو دوسرا گروہ ہے، اُس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے : وَآخَرِيْنَ مِنْهُمْ [3] یعنی انہی مومنین میں سے ایک بعد کی جماعت۔ چنانچہ آخَرِین سے مراد بعد کے زمانے کے وہ مومنین ہیں، جن کو اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیض حضورؐ کی براہِ راست صحبت سے تو حاصل نہیں ہوا لیکن بالواسطہ ضرور نصیب ہوا۔ قرآن اور حدیث سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ واسطہ جس کے ذریعے بعد کے زمانے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ عظیم اور بالواسطہ فیض رسانی ہونی مقدر تھی، وہ **حضرت مہدی علیہ السلام** کی ذات ہے۔

جہاں ایک طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمت کو بعد کے زمانوں میں نور اور ہدایت سے محروم ہونے کی خوفناک اور دلدوز خبر دی، وہاں دوسری جانب ایک ایسے نورانی راہنما کی خوشخبری بھی دی جو کہ ''**مہدی**''، یعنی ہدایت یافتہ ہوگا۔ جہاں ایک طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمت کو دجال کے ظہور سے خبردار کیا، وہاں دوسری جانب یہ بشارت بھی عطا فرمائی کہ حضرت امام مہدیؑ ضرور دجال پر غالب آئیں گے۔ پس یہی وہ عظیم بشارت ہے جس میں اُمت کے لئے نجات اور کامرانی کا **وعدہ** مضمر ہے۔

چونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ سے، اور اس کے رسولؐ نے آگے اپنی اُمت سے، امام مہدیؑ کی آمد کا ''وعدہ'' کیا، اسی وجہ سے مہدی کو **مَوعُود** کہا

3- سورة الجمعه: 4

جاتا ہے، یعنی وہ کہ جس کا وعدہ ہو۔ نیز چونکہ یہ بھی مقدر تھا کہ مہدیٔ موعود کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کامل مشابہت ہو، جیسا کہ احادیث میں بیان ہوا ہے، اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی اِس مقدر مماثلت کی بنا پر، امام مہدیؑ کو ''عیسیٰ'' اور ''ابن مریم'' اور ''مسیح'' جیسے القاب بھی عطا کیے۔ پس احادیث کے مطابق امام مہدی کا دوسرا نام مسیح موعود ہے۔

دنیا میں بادشاہ اپنے درباریوں کو، آج بھی، القاب وخطابات سے نوازتے ہیں۔ لیکن یہ القاب ہمیشہ سچ پر مبنی نہیں ہوتے۔ ان کے برعکس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عطا کردہ ہر خطاب اور ہر لقب عین سچ اور عین صداقت ہے۔ آپؐ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اس لئے صدیق قرار دیا کہ وہ واقعی صدیق تھے۔ آپؐ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس لئے اسداللہ قرار دیا کہ وہ واقعی اللہ کے شیر تھے۔ اسی طرح آپؐ نے مہدیٔ موعودؑ کو اس لئے '' مسیح '' اور '' عیسیٰ '' قرار دیا کہ مہدیٔ موعود میں عیسیٰ مسیحؑ کی صفات کا پایا جانا قطعی طور پر مقدر تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمت کو اس مغالطہ سے بچانے کے لئے کہ یہ پیشگوئی دو علیحدہ شخصیات کے بارے میں ہے، خود ہی اعلان فرما دیا کہ **لَاالمَهدِیُّ اِلَّا عِیسٰی** 4 یعنی ''نہیں ہے کوئی مہدی سوائے عیسیٰ کے''۔ اسی طرح ایک اور حدیث میں **عِیسَی ابنَ مریَم اِمامًا مَهْدِیًّا** 5 بھی فرمایا گیا ہے۔ پس مہدی کہیے، عیسیٰٔ ثانی کہیے، یا مسیح موعود، یہی وہ **مَوعُود** امام ہیں جن کے ذریعے رسول کریم

4- سنن ابن ماجه کتاب الفتن باب شدة الزمان۔ مکتبه رحمانیه لاهور

5- مسند احمد بن حنبل حدیث نمبر 9312 مطبوعه عالم الکتب بیروت لبنان

صلی اللہ علیہ وسلم کا روحانی فیض دوبارہ دنیا میں جاری ہونا تھا۔

آخَرین کا تعارف حدیث میں مسیح موعود علیہ السلام کے " **اَصحَاب** "[6] کے طور پر بھی کرایا گیا ہے۔ چنانچہ عیسیٰ ثانی ؑ اور ان کے اصحاب کے بارے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک عظیم پیشگوئی ان الفاظ میں ہے :

فَیَرغَبُ نَبیُّ اللّٰہِ عیسٰی و اَصحَابُہٗ اِلَی اللّٰہِ [7]

یعنی اللہ کا نبی عیسیٰ (یعنی عیسیٰ ثانی ؑ) اور اس کے اصحاب فقط اللہ تعالیٰ کی طرف راغب ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کی طرف ہی راغب رہیں گے۔

اس حدیث مبارکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، مسیح موعود کو **نَبِیُّ اللّٰہ**[8] قرار دے کر، دراصل، اپنے بعد ایک "اُمتی نبی" کی پیشگوئی فرمائی ہے۔ اُمتی نبی سے مراد ایک ایسا نبی ہے، جو بیک وقت خلیفۃ اللہ اور خلیفۃ الرسول ؐ، دونوں حیثیتوں کا حامل ہو، یعنی جو نبی ہونے کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اُمتی اور تابع اور غلام ہو۔ پس مسیح موعود ؑ کی اس حیثیت کا تعین، کسی اور نے نہیں، خود حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اب دنیا کو یہ منظور ہو یا نہ ہو، لیکن یہ امر کہ مسیح موعود علیہ السلام ایک "اُمتی نبی" ہوں گے، خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد فرمودہ ہے۔

اللہ اور اس کے رسول کا یہ وعدہ آخر کار 1889ء میں پورا ہوا۔ 1889ء میں اللہ تعالیٰ نے اسلام کی تجدید، قرآن کریم کی تبلیغ اور سنت رسول ؐ کے قیام کی خاطر

6،7،8- صحیح مسلم کتاب الفتن و اشراط الساعۃ باب ذکر الدجال

حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام کومہدی اور مسیح موعود کی حیثیت سے مامور فرمایا۔اور اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس عظیم الشان پیشگوئی کی تکمیل ہوئی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی موعود بعثت کے ساتھ ہی، وہ موعود جماعت بھی وجود میں آ گئی جس کا ذکرقرآن کریم کی سورۂ جمعہ میں ''آخرین'' کے نام سے موجود ہےاور جنہیں حدیث میں ''**اصحابِ عیسیٰ**'' قرار دیا گیا ہے۔

صحیح مسلم میں درج اس حدیث میں، مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپؑ کے اصحاب کی ایک حسین علامت بیان ہوئی ہے، اور وہ ہے'' **رغبت اِلَی اللہ** ''۔ اس حدیث میں دراصل یہ پیشگوئی ہے کہ آخری زمانہ میں اسلام کی فتح، مسیح موعود علیہ السلام اور آپؑ کے اصحاب کی رغبت اِلَی اللہ اور دعاؤں کے ذریعہ ہوگی، نہ کہ خونریزی اور جنگوں کے ذریعے۔ اس حدیث میں یہ اہم اطلاع دی گئی ہے کہ مسیح موعود علیہ السلام اور آپؑ کے اصحاب کی اصل طاقت اور اصل قوت ان کا تعلق باللہ ہوگا نہ کہ تلوار و اسلحہ۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیشگوئی دراصل کئی پیشگوئیوں کا مرکب ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ ساتھ، آپؑ کے اصحاب کو بھی یہ عظیم شرف اور اعزاز حاصل ہے، کہ ان کا ذکر خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اور یہ ذکرِ خیر ایک عظیم بشارت کے طور پر ہے۔

آخَــرِیـن کی اِس متبرک جماعت یعنی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب، میں سے جس شخصیت کے بارے میں یہ کتاب تحریر کی گئی ہے، وہ حضرت میر محمد اسماعیل صاحب رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپؓ کا اصل نام **سید محمد اسماعیل** تھا۔

دہلی میں رواج تھا کہ سیّدوں کو عزت سے ''میر'' بھی کہا جاتا تھا اور ''خواجہ'' بھی۔ اور یہ رواج بخارا سے دہلی آیا تھا۔ سادات کے بعض گھرانے جب بخارا (جسے خوارزم بھی کہتے ہیں) سے ہجرت کر کے ہندوستان آئے تو اپنے ساتھ کئی معاشرتی طور طریق بھی ساتھ لے آئے۔

آپؓ کے بزرگوں نے بھی چونکہ اپنے ناموں کے ساتھ ''میر'' لکھا، اس لئے آپ ؓ بھی میر محمد اسماعیل کے نام سے معروف ہیں۔ حضرت میر محمد اسماعیل صاحبؓ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی ہونے کے علاوہ ، آپؑ کے برادرِ نسبتی بھی تھے اور حضرت اقدس مہدی موعود علیہ السلام رشتہ کے اعتبار حضرت میر صاحبؓ کے بہنوئی تھے۔

خاندانی پس منظر

میر محمد اسماعیل ابن میر ناصر نواب ابن سید محمد ناصر امیر ابن میر ہاشم علی ابن میر احتشام علی ابن خواجہ محمد عاصم ابن خواجہ محمد قاسم

آباؤاجداد

حضرت میر محمد اسماعیل رضی اللہ عنہ (1881ء تا 1947ء) کا تعلق دہلی میں آباد ایک معزز اور معروف سیّد خاندان سے تھا۔ نسب کے اعتبار سے آپ حسینی سیّد تھے یعنی آپؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی نسل میں سے تھے۔ آپؓ کے دادا سیّد محمد ناصر امیر کی ددھیال اور ننھیال دونوں کی طرف سے، جو آپؓ سے پیشتر چھ نسلیں ہیں، ان پر مشتمل آپؓ کا شجرہ نسب یہ ہے:[9]

9- سیرۃ حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگمؓ مؤلفہ حضرت عرفانی صاحب
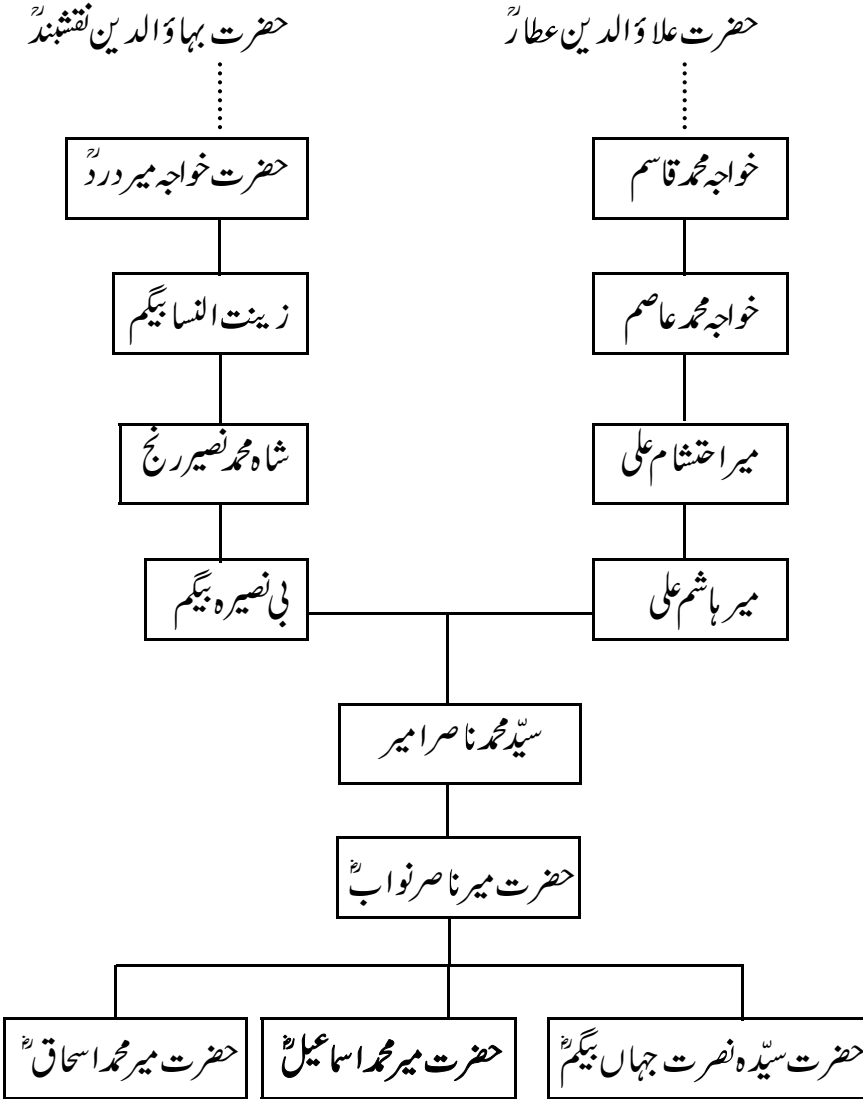
اس شجرۂ نسب سے واضح ہے کہ حضرت میر محمد اسماعیلؓ کے والد حضرت میر ناصر نوابؓ تھے۔ آپؓ کے دادا سیّد محمد ناصر امیر تھے اور پڑ دادا میر ہاشم علی تھے۔ میر ہاشم علی کا تعلق دہلی کے ایک معزز حُسینی سیّد گھرانے سے تھا۔ میر ہاشم علی کے دادا خواجہ

محمد عاصم جنہیں ''نواب خانِ دوراں'' کا خطاب ملا تھا کا ذکر ہندوستان کی تاریخ میں ایک معروف فوجی جرنیل کے طور پر آتا ہے۔ خواجہ محمد عاصم کے پوتے میر ہاشم علی کی شادی بی نصیرہ بیگم سے ہوئی جو کہ حضرت خواجہ میر درد کے نواسے شاہ محمد نصیر رنج کی بیٹی تھیں۔ سید میر ہاشم علی اور بی نصیرہ بیگم کی شادی کے نتیجے میں دہلی میں آباد دو نہایت معروف حسینی سیّد خاندانوں کا انضمام ہو گیا، یعنی خواجہ محمد عاصم (خانِ دوران) اور خواجہ میر درد کے خاندانوں کا۔ خواجہ محمد عاصم حضرت سیّد محمد علاء الدین عطار (1319ء تا 1400ء) کی نسل سے تھے اور حضرت خواجہ میر دردؒ حضرت سیّد محمد بہاء الدین نقشبندؒ بانی سلسلہ نقشبندیہ (1317ء تا 1389ء) کی نسل سے تھے۔ یہ دونوں بزرگ بخارا کے معروف اولیاء میں شمار ہوتے ہیں اور دونوں کا نسب حضرت امام حسینؑ سے ملتا ہے۔

حضرت خواجہ میر دردؒ جو کہ اپنے زمانہ کے مشہور ولی اور صوفی شاعر تھے، رشتہ کے لحاظ سے حضرت میر محمد اسماعیلؓ کے دادا کے نانا کے نانا تھے۔ حضرت خواجہ میر دردؒ کے والد حضرت خواجہ محمد ناصر ایک بلند پایہ فارسی شاعر تھے اور تخلص ''عندلیب'' لکھتے تھے اور اپنے زمانہ کے معروف اولیاء میں سے تھے۔ حضرت خواجہ میر دردؒ کی یہ رائے تھی کہ آپ کے والد حضرت خواجہ محمد ناصر عندلیبؒ اسلام کی بارہویں صدی کے مجدّد تھے۔ حضرت خواجہ محمد ناصر عندلیبؒ تصوف کے ایک سلسلہ ''طریقۂ محمدیہ'' کے بانی تھے۔ آپؒ ایک صاحبِ کشف و الہام بزرگ تھے۔ آپؒ کا ایک حیرت انگیز کشف ہے جس کا ذکر کرنا ضروری ہے۔ ایک مرتبہ

خواجہ ناصر عندلیب نے بحالت کشف حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو دیکھا۔ اس کشف میں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے اُن سے فرمایا :

''میں حسن مجتبیٰ بن علی مرتضیٰ ہوں اور نانا جان نے مجھے خاص اِس لئے تیرے پاس بھیجا تھا کہ میں تجھے معرفت اور ولایت سے مالا مال کروں۔ یہ ایک خاص نعمت تھی جو خانوادۂ نبوت نے تیرے واسطہ محفوظ رکھی تھی۔ اس کی ابتدا تجھ پر ہوئی اور انجام اس کا مہدئ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ہوگا۔'' [10]

اسی مکاشفہ میں حضرت خواجہ عندلیبؒ کے دریافت کرنے پر، حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے آپؒ کے طریقۂ تصوف کا نام ''محمدیہ طریقہ'' رکھا۔ [11]

حضرت خواجہ محمد ناصر عندلیبؒ کے کشف کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو اپنے نمائندے کے طور پر، ولایت اور معرفت کی ایک خاص نعمت دے کر، حضرت خواجہ ناصر عندلیبؒ کے پاس بھیجا۔ اور یہ بھی بتادیا گیا کہ **''اس نعمت کی ابتداء تجھ پر اور انجام اس کا مہدئ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ہوگا''**۔ اس واقعہ کے اندازاً دوسَو برس بعد، 27 اکتوبر 1900ء کی رات کو حضرت مہدئ موعود علیہ السلام کو بحالتِ کشف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک آواز الہاماً سنائی دیتی ہے اور آپؐ ارشاد فرماتے ہیں کہ **''عَلٰی مَشربِ الحَسَن''** [12] یعنی مشربِ حسنؓ پر۔ اسی لئے حضرت مہدی علیہ السلام نے خود کو

10،11- میخانۂ درد مؤلفہ سیدنا صرنذیرفراق (نواسہ خواجہ میر درد) صفحہ 26-27 مطبوعہ جید برقی پریس

12- تذکرہ صفحہ 314 ایڈیشن چہارم مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس ربوہ 2004ء

حَسَنِیُّ المَشرَب قرار دیا ہے، یعنی امام حسن رضی اللہ عنہ کے مشرب سے فیض یافتہ ۔ ان دونوں واقعات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت خواجہ محمد ناصر عندلیبؒ اور حضرت مہدیٔ موعود علیہ السلام، دونوں کو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے ایک روحانی تعلق تھا اور دونوں کا طریق حَسَنی تھا۔ حَسَنی طریق سے مراد صلح جوئی کا جمالی طریق ہے۔

بالآخر، اللہ تعالیٰ کی تقدیر نے اس باطنی مناسبت کو ایک ظاہری رشتہ میں بدل دیا۔ طریقۂ محمدیہ کے بانی حضرت خواجہ محمد ناصر عندلیبؒ کی ساتویں نسل میں حضرت سیّدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ بنت حضرت میر ناصر نوابؓ تھیں۔ 1884ء میں حضرت سیّدہ نصرت جہاں بیگمؓ کی شادی خدا کی خاص تقدیر کے تحت اور اس کشف کے مطابق حضرت مہدی موعودؑ سے ہوئی اور یوں یہ الٰہی بشارت پایۂ تکمیل کو پہنچی۔

حضرت خواجہ میر دردؒ نے اپنے والد حضرت خواجہ محمد ناصر عندلیبؒ کے اس کشف کی خوب تفسیر وتعبیر فرمائی ہے۔ چنانچہ میخانۂ درد میں حضرت میر دردؒ کے یہ تاریخی الفاظ درج ہیں :

> ’’ اور یہ نسبت محمدیہ الخالصہ حضرت امام موعود علیہ السلام کی ذات پاک پر ختم ہوگی اور تمام جہان ایک نور سے روشن ہوگا اور اُس نَیَّرِاَعظَم کے انوار میں سب فرقوں کے ستاروں کی روشنی گم ہو جائے گی۔‘‘ [میخانہ درد مؤلفہ سید ناصر نذیر فراق صفحہ 128 جید برقی پریس]

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ حضرت میر دردؒ کے اس ارشاد کے عین مطابق طریقۂ محمدیہ کی

روشنی بالآخر ''نیر اعظم'' یعنی مہدی موعود علیہ السلام کے انوار میں ضم ہوگئی۔

ولایت اور معرفت کی وہ خاص نعمت جس کی ابتداء حضرت خواجہ محمد ناصر عندلیبؒ پر ہوئی تھی، اس کا انجام تین طرح سے حضرت مہدیٔ موعود علیہ السلام پر ہوا۔ ایک تو اس طرح سے کہ ولایت اور معرفت کی اس نعمت کی معراج حضرت مہدی علیہ السلام پر ہوئی۔ دوئم یہ کہ تصوف کے اس سلسلہ نے، کہ جس کا نام ''طریقۂ محمدیہ'' تھا، اپنی عمر پوری کی اور ساتھ ہی، خدا تعالیٰ کے حکم سے، مہدی موعودؑ کے ذریعے، ایک نئے روحانی سلسلہ کا آغاز ہوا، جس کا نام ''سلسلۂ احمدیہ'' رکھا گیا۔ تیسرے اس طرح کہ حضرت خواجہ محمد ناصر عندلیبؒ کے خاندان میں حضرت مہدی علیہ السلام داماد کی حیثیت سے شامل ہوئے، اور شریعت کی رُو سے داماد بھی گویا بیٹا ہی ہوتا ہے۔

پس حضرت میر محمد اسماعیلؓ کے خاندان کو یہ شرف حاصل ہے کہ اس کی دامادی میں حضرت مہدی موعود علیہ السلام آئے۔ اِسی دامادی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے الہاماً حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے فرمایا تھا:

اَلحمدُللّٰہِ الّذی جَعَلَ لَکُمُ الصِّھْرَ وَ النَّسَبَ [13]

یعنی تمام تعریف اللہ کیلئے ہے جس نے تمہارے لئے یہ دامادی اور یہ نسب مقدّر فرمائے۔

والدین

بخارا میں رواج تھا کہ سادات کو عزت سے ''میر'' اور ''خواجہ'' کے القاب سے پکارا جاتا تھا۔ چنانچہ اِسی رواج کے تحت حضرت میر محمد اسماعیلؓ کے آباؤ

13- تذکرہ صفحہ 30 ایڈیشن چہارم 2004ء مطبع ضیاء الاسلام پریس ربوہ // تریاق القلوب صفحہ 64 روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 272 حاشیہ

اجداد میں سے بعض کے ناموں کے ساتھ ''خواجہ'' اور بعض کے ساتھ ''میر'' لکھا گیا۔ آپؓ کے والد حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ ابن سید محمد ناصر امیر صاحب تھے۔ اور آپؓ کی والدہ حضرت سید بیگم صاحبہؓ بنت سید عبدالکریم صاحب تھیں۔ آپؓ کے والد بزرگوار یعنی حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خسر محترم اور آپؓ کی والدہ حضرت سیّد بیگمؓ حضور علیہ السلام کی خوش دامن تھیں۔ آپؓ کے دونوں والدین بہت عابد و زاہد بزرگ تھے۔ دونوں ہی دین کیلئے غیرت دکھانے والے اور خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے وفادار عشاق تھے۔ حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ ایک صاف، سیدھے، سچے اور کھرے انسان تھے۔ بلکہ صاف گوئی اور کھرا پن آپؓ کی فطرت اور وجہِ شہرت تھی۔ بیعت کے بعد ہجرت کر کے دہلی سے قادیان آ کر آباد ہو گئے اور دمِ آخر تک سلسلہ احمدیہ کی خدمت کے لئے خود کو وقف رکھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو آپؓ پر بہت اعتماد تھا۔ حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ کی پیدائش 1846ء اور وفات 1924ء میں ہوئی۔

حضرت سیّد بیگم صاحبہؓ حضرت اماں جان کی والدہ ہونے کے ناطے قادیان کے پاکیزہ ماحول میں، احبابِ جماعت میں ''نانی جان'' کے لقب سے معروف تھیں۔ آپؓ کے بارہ میں آپؓ کے شوہر حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ گواہی دیتے ہیں کہ :

'' میں تو اپنی بیوی کے نیک سلوک سے دنیا ہی میں جنت میں

ہوں۔ ذَالِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُوتِیہِ مَن یَّشَاءُ وَاللّٰہُ ذُوالفَضلِ العَظِیم ‘‘ 14

جس خاتون کے بارے میں اس کے شوہر کی یہ غیر معمولی گواہی ہو، وہ بلاشبہ ایک نیک اور بزرگ خاتون ہوں گی۔ حضرت سید بیگم صاحبہؓ کی پیدائی 1847ء اور وفات 1932ء میں ہوئی۔

حضرت میر محمد اسماعیل صاحبؓ کے والد اور والدہ دونوں کی قبریں پہلو بہ پہلو بہشتی مقبرہ قادیان میں ہیں۔ حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ کو خدا تعالیٰ نے تیرہ بچے دیئے جن میں سے صرف تین نے عمر پائی اور آپؓ کی نسل انہی تینوں سے چلی :

1 حضرت سیّدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ (1865ء تا 1952ء)

2 حضرت میر محمد اسماعیل صاحبؓ (1881ء تا 1947ء)

3 حضرت میر محمد اسحاق صاحبؓ (1890ء تا 1944ء)

آپؓ کے بہن بھائی

حضرت میر محمد اسماعیل صاحبؓ کی ایک بہن اور ایک بھائی تھے۔ آپؓ کی بڑی بہن جنہیں آپؓ ’’آپا‘‘ کہتے تھے، حضرت اُمّ المؤمنین سیّدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ تھیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیگم تھیں اور

14- حیاتِ ناصر مؤلفہ حضرت میر ناصر نواب صاحب صفحہ 5 مطبع ضیاء الاسلام پریس ربوہ 2004ء

جماعت احمدیہ میں ''حضرت اماں جان'' کے نام سے معروف ہیں۔ حضرت اماں جان حضرت میر صاحبؓ سے 16 سال بڑی تھیں۔ حضرت میر صاحبؓ کے چھوٹے بھائی حضرت میر محمد اسحاق صاحبؓ تھے جو آپؓ سے 9 برس چھوٹے تھے۔

حضرت سیّدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ 1865ء میں دہلی میں پیدا ہوئیں۔ 17 نومبر 1884ء کو الٰہی بشارات کے عین مطابق آپؓ کا نکاح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہوا۔ حضرت سیّدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ کے بارہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو الہاماً فرمایا تھا کہ:

" اُشکُر نِعمَتی رَئَیُتَ خَدیجَتِی "[15]

یعنی میری نعمت کا شکر ادا کر کہ تو نے میری خدیجہ کو پایا۔ اس الہام میں حضرت اُمّ المؤمنین کو ''میری نعمت'' اور ''میری خدیجہ'' کہہ کر اللہ تعالیٰ نے ان کے بلند مقام اور شان کو دنیا پر ظاہر فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ''خدیجہ'' کا لقب پانا کوئی معمولی بات نہیں۔ یہ لقب اس زمانہ میں ایمان میں اوّلیت، آپؓ کے تقویٰ اور آپؓ کی بلند شان پاکبازی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ آپؓ نے 1952ء میں وفات پائی اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں مدفون ہیں۔

حضرت میر محمد اسماعیل صاحبؓ کے چھوٹے بھائی حضرت میر محمد اسحاق صاحبؓ تھے۔ آپؓ 1890ء میں لدھیانہ میں پیدا ہوئے۔ آپؓ حضرت مسیح موعودؑ کے صحابی ہونے کے علاوہ ایک انتہائی بلند پایہ عالمِ دین، مترجمِ قرآن، فقیہ، مبلغ،

15- تذکرہ صفحہ 29 ایڈیشن چہارم مطبع ضیاء الاسلام پریس 2004ء

مدرّس اور منتظم تھے۔ آپؓ کا درس قرآن و حدیث مقبولِ زمانہ تھا۔ مہمان نوازی اور یتیم پروری میں آپؓ ایک منفرد مقام رکھتے تھے۔ حضرت میر محمد اسحٰق صاحبؓ کی شادی 1906ء میں حضرت صالحہ بیگم صاحبہؓ سے ہوئی۔ حضرت صالحہ بیگمؓ حضرت پیر منظور محمد صاحبؓ مصنف قاعدہ یسرنا القرآن کی صاحبزادی اور حضرت صوفی احمد جان صاحب کی پوتی تھیں۔حضرت میر محمد اسحاقؓ کی وفات 1944ء میں قادیان میں ہوئی اور آپؓ بہشتی مقبرہ قادیان میں اپنے والد کے پہلو میں مدفون ہیں۔

متعدد روایات سے یہی پتہ چلتا ہے کہ ان تینوں بہن بھائیوں کو آپس میں انتہائی گہری محبت اور گہرا تعلق تھا۔

''اسسٹنٹ سرجن''

حضرت میر محمد اسماعیل صاحبؓ 18 جولائی 1881ء بروز پیر دہلی میں پیدا ہوئے۔ آپؓ کے والد حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ دہلی سے ہجرت کر کے قادیان آ کر آباد ہو گئے۔ بچپن اور سکول کا زمانہ قادیان میں گزرا اور آپؓ کی پرورش حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نگرانی میں ہوئی۔ 1900ء میں آپؓ نے ایف ایس سی کا امتحان دیا۔ امتحان کے دو ماہ بعد نتیجہ نکلا تو آپؓ فرسٹ ڈویژن میں اعلیٰ نمبروں سے کامیاب تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت اماں جانؓ دونوں کی خواہش اور مشورہ تھا کہ حضرت میر صاحبؓ ڈاکٹری کی تعلیم حاصل کریں۔ حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ یعنی حضرت میر اسماعیلؓ کے والد کیلئے اس تعلیم کا خرچ تنہا اُٹھانا ممکن نہ تھا۔ اپنی لیاقت کی وجہ سے حضرت میر صاحبؓ کو ایف ایس سی کے اچھے رزلٹ کے سبب وظیفہ مل گیا لیکن وہ ناکافی تھا۔ اخراجات کی کمی اس طرح پوری ہوئی کہ ایک روز حضرت میر صاحب کو اپنی ہمشیرہ یعنی حضرت سیّدہ نصرت جہاں بیگمؓ کی طرف سے ایک بند لفافہ بصیغۂ راز ملا جس میں لکھا تھا کہ باقی تعلیمی اخراجات آپؓ خود ادا فرمائیں گی۔ اس انتظام کے ساتھ حضرت میر محمد اسماعیلؓ کا داخلہ 1900ء میں میڈیکل کالج میں ہوا۔ اور

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل رضی اللہ عنہ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خواہش پوری ہوگئی۔

پانچ سال بعد یعنی 1905ء میں آپؓ نے کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج لاہور سے ایم بی بی ایس پاس کیا اور **ڈاکٹر میر محمد اسماعیل** کہلانے لگے۔ اس امتحان میں آپؓ نے پنجاب بھر میں اوّل پوزیشن حاصل کی۔ اُس زمانہ میں آج کا پاکستانی پنجاب اور ہندوستانی پنجاب مل کر پنجاب کہلاتا تھا۔ نیز اُس دور میں ہندو طلباء بالعموم جدید تعلیم میں پیش پیش تھے اور زیادہ اعلیٰ پوزیشنیں حاصل کرتے تھے۔ اس اعتبار سے بھی ایک مسلمان طالبعلم کی امتیازی کامیابی ایک غیر معمولی واقعہ تھا۔

حضرت میر محمد اسماعیلؓ میڈیکل کالج کے آخری سال میں تھے، جب 4 اپریل 1905ء کو کانگڑہ میں شدید زلزلہ آیا، جس کے نتیجہ میں ہزاروں جانیں تلف ہوئیں۔ حضرت میر صاحبؓ کی خیریت کی کوئی اطلاع تین دن تک قادیان میں موصول نہ ہوئی جس کی وجہ سے اندیشے پیدا ہوئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان اندیشوں کے پیش نظر خصوصی دعا کی تو آپؑ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوا:

"اسسٹنٹ سرجن"[16]

چند ماہ بعد حضرت میر صاحبؓ نے ایم بی بی ایس کا امتحان نہ صرف پاس کیا بلکہ پنجاب بھر میں اوّل پوزیشن بھی حاصل کی۔ اور بعد ازاں آپؓ کا تقرر بحیثیت اسسٹنٹ سرجن ہوا۔ آپؓ کی اس کامیابی کی خبر جماعت کے اخبار بدر قادیان،

16- تذکرہ صفحہ 449 ایڈیشن چہارم ضیاء الاسلام پریس ربوہ 2004ء

20 جولائی 1905ء میں اس عنوان کے تحت شائع ہوئی :

" ڈاکٹر سیّد محمد اسماعیل صاحب کا اسسٹنٹ سرجنی کا امتحان اور صاحبان بصیرت کے واسطے ایک نشان " [17]

نشان یہ نہیں تھا کہ حضرت میر صاحبؓ نے ایم بی بی ایس میں اوّل پوزیشن حاصل کر کے اسسٹنٹ سرجن کا منصب پایا۔ ایسے واقعات تو دنیا میں ہر سال ہی ہوتے ہیں۔ دنیا کے ہر میڈیکل کالج میں، ہر سال ہی کوئی نہ کوئی تو ایم بی بی ایس کے امتحان میں اوّل آتا ہی ہے، لیکن ہر اوّل آنے والے اور ہر اسسٹنٹ سرجن بننے والے کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے مہدیؑ کو قبل از وقت الہاماً خوشخبری نہیں دی ہوتی۔ پس اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ ہرگز معمول کے واقعات میں سے نہیں تھا۔ حضرت میر صاحبؓ کی کامیابی ایک الٰہی نشان تھا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس کامیابی کی خوشخبری قبل از وقت الہاماً دے دی گئی تھی۔ پس الہام " اسسٹنٹ سرجن " بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ان الہامات میں سے ہے، جن کا پورا ہونا دنیا دیکھ چکی ہے۔ آپؓ کی اس کامیابی پر اخبار بدر قادیان نے 20 جولائی 1905ء کے شمارہ میں جو خبر شائع کی اس میں سے ایک اقتباس پیش ہے :

" یہ کامیابی نہ صرف احمدیہ برادران کے واسطے بلکہ عام مسلمانوں کے واسطے بھی ایک بڑی خوشی کا موجب ہے اور قابلِ

17- اخبار بدر قادیان 20 جولائی 1905ء صفحہ 7 جلد 1 نمبر 16

فخر ہے۔ بالخصوص اس واسطے کہ میر صاحب موصوف زمانۂ تعلیمِ
کالج میں ہمیشہ اعلیٰ اخلاق کے ساتھ کالج کے طلباء اور اساتذہ کو
ایک سچے مسلمان کی زندگی کا نمونہ دکھاتے رہے ہیں۔ ''[18]

حضرت میر صاحبؓ کا '' اسسٹنٹ سرجن '' (Assistant Surgeon) بننا، آپؓ کی بعد کی ترقیات کا پیش خیمہ بھی بنا۔ آپؓ کا پہلا تقرر دہلی ہوا۔ اس کے بعد لاہور، ڈیرہ غازیخان، پانی پت، کرنال، سونی پت، جہلم، اٹک، مظفر گڑھ، لائلپور، گورداسپور، گوجرہ، روہتک اور گوجرانوالہ میں آپؓ کا تقرر ہوا۔ آپؓ 1905ء سے 1929ء تک اسسٹنٹ سرجن رہے اور 1929 میں آپؓ کی ترقی ہوئی اور سِول سرجن (Civil Surgeon) مقرر ہوئے۔ پھر 1936ء میں آپؓ سِول سرجن کے منصب سے ریٹائر ہوئے۔

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ ایک بہت اعلیٰ درجہ کے فزیشن اور ماہر سرجن تھے۔ آپؓ کی تشخیص اتنی درست ہوتی تھی کہ اُس دور میں جب کہ ہندوستان پر انگریزوں کی حکومت تھی، انگریز ڈاکٹر بھی آپؓ کی تشخیص کو تسلیم کر کے اس کے مطابق علاج کر دیا کرتے تھے۔

سیّد میر محمود احمد ناصر صاحب، پرنسپل جامعہ احمدیہ ربوہ، نے بیان فرمایا☆ کہ جب اُن کے والد گرامی حضرت میر محمد اسحاق صاحبؓ یعنی حضرت میر اسماعیل صاحبؓ کے چھوٹے بھائی بیمار ہوئے تو حضرت میر صاحبؓ نے ایک مختصر معائنہ کر کے، بغیر کسی ٹیسٹ وغیرہ کے ان کے مرض کی تشخیص کر لی، جو کہ ایک نایاب مرض

18- روزنامہ بدر قادیان 20 جولائی 1905ء صفحہ 7 جلد 1 نمبر 16

☆ زبانی روایت (انٹرویو میر محمود احمد ناصر صاحب ہمراہ مصنف)

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل رضی اللہ عنہ

تھا۔ بعد ازاں حضرت میر اسحاق صاحبؓ کے مفصل ٹیسٹ لاہور سے کرائے گئے اور کئی ماہرین نے آپؓ کا معائنہ کیا۔ بالآخر وہ ماہرین اُسی نتیجہ اور تشخیص پر پہنچے جس کی نشاندہی حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیلؓ پہلے فرما چکے تھے۔

حضرت قاضی محمد نذیر صاحب لائلپوری پروفیسر جامعہ احمدیہ قادیان، حضرت میر صاحبؓ کے بارے میں، ان دنوں کے حوالے سے کہ جب آپؓ لائلپور (فیصل آباد) میں متعین تھے، فرماتے ہیں کہ : '' مجھ سے کہنے لگے کہ غرباء کو اچھا علاج میسر نہیں ہے۔ اگر کسی غریب احمدی یا غیر احمدی مریض کو علاج کی ضرورت ہو تو آپ مجھے بلا تکلف کہہ دیا کریں۔ میں بلا فیس اس کے گھر جا کر اس کا علاج کیا کروں گا۔'' حضرت میر صاحبؓ کے بارے میں قاضی صاحب مزید گواہی دیتے ہیں کہ حضرت میر صاحبؓ کے دل میں خدمتِ خلق کا ایسا جذبہ تھا کہ آپؓ '' اتوار کے دن بھی چھٹی نہ کرتے۔'' نیز تحریر فرماتے ہیں کہ '' آپؓ کی دیانت داری اور تقویٰ کا یہ اثر تھا کہ ہسپتال کا عملہ جو آپؓ کے ماتحت تھا، آپؓ کے زمانہ میں کسی مریض سے رشوت لینے کی جرأت نہیں کرسکتا تھا۔'' [19]

آپؓ ایک اعلیٰ منتظم بھی تھے۔ چنانچہ جس ہسپتال میں بھی آپؓ کا تقرر ہوا آپؓ نے دیکھتے دیکھتے وہاں کے سب انتظامی اور مالی معاملات درست کر دیئے۔

ایک مرتبہ ایک شخص کو اپنی کسی ذاتی ضرورت کے پیش نظر بیماری کا جھوٹا سرٹیفکیٹ درکار تھا۔ جب حضرت میر صاحبؓ نے صاف انکار کیا تو اس شخص نے رقم کی پیشکش کی۔ لیکن آپؓ سختی سے اپنے انکار پر قائم رہے اور یہی فرماتے رہے

19- الفضل قادیان 25 جولائی 1947ء صفحہ 5 جلد 35 نمبر 175

کہ ” میں غلط سرٹیفیکیٹ نہیں دے سکتا۔“ 20

آپؓ کی صاحبزادی، سیّدہ امۃ اللہ بیگم صاحبہ (بیگم پیر صلاح الدین صاحب) نے آپؓ کے زمانۂ ملازمت کے حوالہ سے بعض دلچسپ باتیں بیان فرمائیں☆۔ انہوں نے بتایا کہ آپؓ کو شکار کا بھی شوق تھا اور بڑے ماہر تیراک بھی تھے۔ انہوں نے بیان کیا کہ حضرت میر صاحبؓ اپنی تینوں بڑی بیٹیوں کو ساتھ لے کر پرندوں کے شکار پر نکلا کرتے تھے۔ انہوں نے اپنے والد گرامی کی یادداشتیں بیان کرتے ہوئے ایک بہت دلچسپ واقعہ یہ بھی بیان کیا کہ جن دنوں میں حضرت میر صاحبؓ کا تقرر روہتک تھا، ایک مرتبہ حضرت اُمّ المؤمنینؓ آپؓ کی طرف قیام کیلئے تشریف لائی ہوئی تھیں۔ انہی دنوں میں ایک شدید سیلابی ریلا اچانک آ گیا۔ حضرت میر صاحبؓ نے حضرت اماں جانؓ اور اپنے اہل وعیال کو ایک محفوظ مقام پر پہنچایا اور پھر لوگوں کے rescue کی کارروائی میں مصروف ہوگئے۔ جہاں ایک طرف حکومت کے انتظام کے تحت بچاؤ کے کام کیلئے کشتیاں چل رہی تھیں وہاں دوسری طرف حضرت میر صاحبؓ خود تیر کر لوگوں کی جانیں بچا رہے تھے۔ یہ کام انہوں نے اس قدر تندہی سے کیا کہ اس کا ذکر اُس زمانہ کے اخبارات میں بھی آیا۔ برطانوی حکومت نے بھی حضرت میر صاحبؓ کی اس بے لوث انسانی خدمت کا باضابطہ طور پر اعتراف کیا۔

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ نے اپنی پیشہ ورانہ زندگی کے بعض بہت دلچسپ، سبق آموز اور ایمان افروز واقعات اپنی ایک کتاب میں یکجا کئے ہیں۔

20- آپ بیتی مؤلفہ حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب ☆ زبانی روایت (انٹرویو سیدہ امۃ اللہ بیگم صاحبہ ہمراہ مصنف)

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل رضی اللہ عنہ

اِس کتاب کا نام ہے " **آپ بیتی** "۔ ہر احمدی ڈاکٹر کو یہ کتاب ضرور پڑھنی چاہیئے۔ بیان کردہ واقعات بہت دلچسپ ہیں۔ حضرت میر صاحبؓ کی اس تحریر سے آپؓ کا مقامِ یقین، آپؓ کی فہم وفراست، آپؓ کی پیشہ ورانہ مہارت اور آپؓ کی حسِ ظرافت، سب عیاں ہو جاتے ہیں۔

1936ء میں حضرت میر صاحبؓ سِول سرجن (Civil Surgeon) کے عہدے سے ریٹائر ہو کر قادیان آ کر آباد ہو گئے اور پھر باقی عمر قادیان میں ہی بسر کی۔

قادیان آنے کے بعد حضرت میر صاحبؓ **نور ہسپتال** قادیان میں بھی طبی خدمات انجام دیتے رہے۔ قادیان میں اپنی رہائش گاہ **اَلصُّفَّه** پر بھی مریضوں کا معائنہ ومعالجہ فرماتے رہے۔ حضرت میر صاحبؓ کو مریض سے فیس لینے میں طبعًا سخت ہچکچاہٹ ہوتی تھی۔ مریض خود ہی حضرت میر صاحبؓ کی جیب میں فیس رکھ دیا کرتے تھے اور بسا اوقات یہ بھی ہوتا کہ فیس میں دیئے ہوئے سکے کھوٹے نکلتے۔ حضرت میر صاحبؓ نے اپنے ڈاکٹری کے علم کو ہمیشہ خدمتِ خلق کے جذبہ سے استعمال کیا اور اس جذبہ کے پیچھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث واضح طور پر کارفرما دکھائی دیتی ہے کہ " **اَلْخَلقُ عَیَالُ اللّٰه** "، یعنی کہ تمام مخلوق اللہ تعالیٰ کی عیال ہے۔ [کنز العمال جلد 3 جز 6 کتاب الزکوٰۃ دار الکتب العلمیہ بیروت 2004ء]

چنانچہ اس بات کا اظہار آپؓ اپنے ایک شعر میں اللہ تعالیٰ کو مخاطب کر کے،

یوں عرض کرتے ہیں :

جب سے یہ سمجھے کہ مخلوق ہے کُل تیری عیال

خدمتِ خلق میں سب وقت لگا دیتے ہی تھے

یہ شعر محض ایک دعویٰ نہیں بلکہ اس شعر کی صداقت کی گواہی حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے مندرجہ ذیل الفاظ میں دی ہے۔ یہ تاریخی الفاظ حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ کے کتبہ کی عبارت میں درج ہیں :

''باوجود نہایت کامیاب ڈاکٹر ہونے کے اور بہت بڑی کمائی کے قابل ہونے کے زیادہ تر پریکٹس سے بچتے تھے اور غرباء کی خدمت کی طرف اپنی توجہ رکھتے تھے۔ اسی وجہ سے ملازمت کے بعد کئی اچھے مواقع آپ نے کھوئے کیونکہ ان میں آمدن زیادہ تھی اور رُتبہ بڑا تھا مگر خدمتِ خلق کا موقع کم تھا۔'' [21]

پس بحیثیت ڈاکٹر ہونے کے، حضرت میر محمد اسماعیل صاحب رضی اللہ عنہ اپنے مرشد و مطاع حضرت مہدی موعود علیہ السلام کے اس فارسی شعر کا مصداق تھے :

مَرا مقصود و مطلوب و تمنا خدمتِ خلق است

ہمیں کارم ہمیں بارم ہمیں رسم ہمیں راہم

یعنی میرا مقصود اور مطلوب اور تمنا خدمت خلق ہے۔ یہی میرا کام ہے۔ یہی میری ذمہ داری ہے۔ یہی میری رسم ہے۔ اور یہی میری راہ ہے۔

21- عبارت کتبہ مزار حضرت میر اسماعیل تحریر کردہ حضرت مصلح موعودؓ

عارف بِاللہ

حضرت میر محمد اسماعیل صاحبؓ ایک عظیم صوفی اور عارف باللہ تھے۔ ''عارف باللہ'' ایک ایسے شخص کو کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھتا ہو۔ عارف باللہ وہ ہوتا ہے جو صرف خدا کو مانتا ہی نہیں، بلکہ خدا کو جانتا بھی ہے۔اور خدا تعالیٰ کے ساتھ اس کا ایک ذاتی تعلق ہوتا ہے۔خدا کی ذات اور صفات پر ایک عارف باللہ کا یقین، محض تقلید اور علم کی بنا پر نہیں ہوتا بلکہ ذاتی تجارب کی بنا پر ہوتا ہے۔

حضرت میر محمد اسماعیلؓ کا تعلق بِاللہ آپؓ کی زندگی کے واقعات، آپؓ کی نثر، اور آپؓ کے اشعار سبھی سے خوب ظاہر ہو جاتا ہے۔ آپؓ اہلِ کشف میں سے تھے اور صاحب الہام تھے۔ اللہ تعالیٰ سے ہمکلامی کا شرف آپؓ کو حاصل تھا۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے تعلق کو، آپؓ بالعموم دنیا کی نظروں سے چھپا کر رکھتے تھے۔ اور اپنے روحانی تجارب کے معاملہ میں اخفاء سے کام لیتے۔ اپنی تحریرات میں جہاں بھی آپؓ نے اپنے روحانی تجارب بیان کئے ہیں، وہاں ایسے بیان کا صرف ایک مقصد ہے، اور وہ اصلاح و تربیت ہے۔ آپؓ کی تحریرات سے یہ بات واضح طور پر ظاہر ہے کہ آپؓ کا مشن لوگوں کو اُس سچے تصوف کی طرف مائل کرنا ہے جو حضرت مہدیٔ موعود علیہ السلام کے ذریعے دنیا میں رائج ہوا۔

حضرت میر محمد اسماعیل رضی اللہ عنہ

حضرت میر صاحبؓ نے بہت گہرے معارف بہت سہل الفاظ میں بیان کئے ہیں۔ تصوف کے لطیف مضامین کو آپؓ سادہ قابل فہم مثالوں کے ذریعے، اس طرح بیان کرتے ہیں کہ پڑھنے والا آسانی سے سمجھ سکے۔ آپؓ کی تحریر میں ایک خاص رنگ نفئ ذات اور خود ملامتی کا بھی پایا جاتا ہے۔ آپؓ کا عجز و نیاز، بسا اوقات آپؓ کی تحریر پڑھنے والے کو شرمندگی میں مبتلا کر دیتا ہے۔

جہاں بھی آپؓ اپنی تحریرات میں اپنے کسی روحانی تجربہ کا ذکر فرماتے ہیں، وہاں یہ واضح طور پر دکھائی دیتا ہے کہ یہ ذکر محض اس لئے ہے، کہ پڑھنے والے کے دل میں، اپنے ربّ کو پانے کے لئے نئی امید اور محبت پیدا ہو، اور مایوسی اور لاتعلقی دور ہو جائے۔

مثال کے طور پر آپؓ کا ایک لطیف روحانی تجربہ پیش ہے۔ ایک مرتبہ بحالت کشف حضرت میر صاحبؓ نے دیکھا کہ ''غُفران'' نام کے ایک فرشتہ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپؓ کو میدانِ حشر کی سیر کرائی ہے۔ اور آپؓ کو اللہ تعالیٰ کی بخشش کے متعدد حسین مناظر دکھائے گئے۔ اس لطیف مکاشفہ کا ذکر آپؓ نے اپنے ایک مضمون **''مغفرتِ الٰہی کی کیفیات اور نظارے''** [22] میں تفصیل سے کیا ہے۔ آپؓ کو اس روحانی سیر کے دوران اللہ تعالیٰ کی انتہائی بخشش کے کئی امید افزاء نظارے دکھائے گئے۔ اِس کشفی نظارے کے دوران آپؓ نے جہنم کے حقداروں کو جنت ملتی دیکھی اور عذاب کے حقداروں کو ثواب پاتے دیکھا۔ یہ کشفی حالت حضرت میر صاحبؓ پر ایسے طور پر طاری ہوئی جب کہ آپؓ اپنے گھر میں،

22- الفضل 13 جون 1944ء صفحہ 2 جلد 32 نمبر 136

اپنے کمرے میں مصروفِ تحریر تھے۔ تعجب انگیز بات یہ ہوئی کہ دورانِ کشف حضرت میر صاحبؓ اُسی نیم بیداری کی حالت میں وہ تمام باتیں جن کا آپؓ کشفاً مشاہدہ کر رہے تھے، اُنہیں بلا ارادہ ساتھ ساتھ اصل میں بھی اپنے قلم سے تحریر فرما رہے تھے۔ چنانچہ جب وہ کشفی سَیر ختم ہوئی تو اس کی تمام تفصیلات، تحریر کی صورت میں از خود محفوظ اور قلم بند ہو چکی تھیں۔ صرف آخری جملہ اس تحریر کا، حضرت میر صاحبؓ نے پوری بیداری میں اور اپنے ارادہ سے لکھا۔ اور وہ تھا:

"وَآخِرُ دَعوٰنا اَنِ الحمدُلِلّٰہِ رَبِّ العٰلمین۔"[23]

یہ مضمون ایسا ہے کہ اسے پڑھ کر گناہ گار سے گناہ گار انسان کے دل میں بھی بخشش کی ایک نئی اُمنگ پیدا ہوتی ہے۔ اور پڑھنے والا، پہلے سے بڑھ کر، اور پُر امید ہو کر، دعا اور استغفار کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا اپنے خاص اور مقرب بندوں کے ساتھ یہ سلوک ہوتا ہے کہ، نہ صرف یہ کہ وہ خصوصیت سے ان کی دعائیں قبول فرماتا ہے بلکہ انہیں قبل از وقت ان کی قبولیت سے آگاہ بھی فرما دیتا ہے۔ یہ اُس کی خاص رحمت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی اس خاص رحمت کو بعض خاص علامات کے ذریعہ ظاہر فرماتا ہے۔ یعنی جب بھی دعا کے بعد اس کے مقرب بندے یہ علامات خواب یا کشف میں دیکھیں تو وہ جان لیتے ہیں کہ ان کی فریاد قبول کی گئی ہے۔ گویا یہ علامت، اللہ کی رحمت کی علامات بن جاتی ہیں۔ مثال کے طور پر یہ ایک معروف حقیقت ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مشہور صحابی حضرت غلام رسول راجیکی صاحب رضی اللہ عنہ کو

23- الفضل 13 جون 1944ء صفحہ 8

قبولیت دعا کے نشان کے طور پر کشفاً روشنی دکھائی جاتی تھی۔ حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی دعاؤں کی قبولیت کی اطلاع بھی اللہ تعالیٰ انہیں ایک خاص علامت رحمت کے ذریعہ دیتا تھا۔اور وہ علامتِ رحمت ''حضرت میر محمد اسماعیل رضی اللہ عنہ'' تھے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور قبولیت کی علامت بھی وہی بندہ بنایا جاتا ہے جو خود بھی اس کی رحمت اور قبولیت سے کثیر حصہ پا چکا ہو، اور علامت بنائے جانے کے لائق ہو۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ، اپنے رؤیا وکشوف کے حوالے سے، اپنی مشہور تقریر ''اصلاحِ نفس'' میں بیان فرماتے ہیں:

> '' پرسوں کی بات ہے کہ میں نے دیکھا کہ میں بیٹھا ہوا ہوں۔ اور ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب جو میرے ماموں ہیں، وہ آئے ہیں۔ میں نے ایک لمبے تجربہ کے بعد یہ بات معلوم کی ہے کہ اسماء کے ساتھ رؤیا وکشوف کا خاص تعلق ہوتا ہے۔ اور مجھے جو خدا تعالیٰ سے قبولیت کا تعلق ہے، اس کے متعلق میں نے دیکھا ہے کہ اٹھانوے فیصدی انہی کو دیکھتا ہوں۔ ان کا نام ہے ''اسماعیل'' جس کے معنی ہیں خدا نے سُن لی۔ جب میں کوئی دعا کرتا ہوں تو یہی مجھے دکھائے جاتے ہیں۔'' [24]

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے اس اقتباس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضورؓ کے

24- اصلاحِ نفس، انوار العلوم جلد 5 صفحہ 408: تقریر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ

ذاتی تجربہ میں، حضرت میر محمد اسماعیل رضی اللہ عنہ کا نام اور چہرہ بطور علامتِ رحمت اور علامتِ قبولیت دکھایا جاتا تھا۔ یقیناً اُس دور میں اسماعیل نام کے اور بھی اشخاص موجود تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت میر صاحبؓ کو اپنی رحمت کی علامت اور اپنی قبولیت کے icon کے طور پر منتخب فرمایا۔

اس بات کا تعلق اگرچہ حضرت میر صاحبؓ کی سیرت سے نہیں، لیکن اس حقیقت سے ضرور ہے کہ خدا تعالیٰ اپنی خاص رحمت کے اظہار کے لئے انہی نفوس اور اشیاء کو علامت بناتا ہے، جو علامتِ رحمت بنائے جانے کے لائق ہوں۔

ایک احمدی بزرگ، حکیم میر عبدالرحیم صاحب نے حضرت میر محمد اسماعیل صاحب رضی اللہ عنہ کا ایک حیرت انگیز واقعہ سنایا☆ جو غیر مطبوعہ ہے۔ یہ واقعہ جہاں ایک طرف حضرت میر صاحبؓ کے یقین اور توکل کو ظاہر کرتا ہے، وہاں دوسری جانب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کے لئے آپؓ کی انتہائی غیرت کا بھی ثبوت ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت میر محمد اسماعیل صاحبؓ ایک اور صحابی کے ہمراہ ریل گاڑی میں سفر کر رہے تھے۔ آپؓ کے کمپارٹمنٹ میں ایک پیر فقیر صاحب بھی سوار ہو گئے۔ پیر صاحب کو جب پتہ چلا کہ حضرت میر صاحبؓ کا تعلق قادیان سے ہے اور یہ کہ آپؓ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے رفقاء میں سے ہیں تو اُنہوں نے از راہِ طنز کہا کہ ''اگر مرزا صاحب نبی تھے، تو پھر آپ لوگ ولی ہوں گے ''۔ جو دوسرے بزرگ حضرت میر صاحبؓ کے ساتھ تھے، وہ تو خاموش رہے، لیکن حضرت میر صاحبؓ نے بڑے

☆ زبانی روایت (انٹرویو حکیم میر عبدالرحیم صاحب ہمراہ مصنف)

اعتماد اور اطمینان سے جواب دیا : ''ہاں! ہم ولی ہیں۔'' پیر صاحب نے کہا کہ ''اگر ولی ہیں تو پھر کوئی نشان دکھائیں''۔ حضرت میر صاحبؓ نے پوچھا کہ ''کیسا نشان چاہیے؟'' اس وقت گاڑی پوری رفتار سے دوڑ رہی تھی۔ پیر صاحب نے مطالبہ کیا کہ گاڑی ابھی چلتے چلتے رُک جائے۔ چنانچہ ہوا یہ کہ اُن کے یہ کہتے ہی، ریل گاڑی کو اچانک خود بخود بریک لگی اور وہ رُک گئی۔ اُس وقت ایک ہلچل سی مچ گئی اور گاڑی کا عملہ اُترا اور چھان بین کرنے لگا، لیکن گاڑی کے اس طرح اچانک رُک جانے کا کوئی ظاہری سبب سامنے نہ آیا۔ حضرت میر صاحبؓ نے بار بار پیر صاحب سے پوچھا کہ آیا انہیں تسلی ہوگئی ہے یا نہیں۔ جونہی پیر صاحب نے گھبرا کر اقرار کیا کہ وہ مان گئے ہیں، وہ گاڑی دوبارہ چل پڑی۔

حضرت میر محمد اسماعیل رضی اللہ عنہ اپنے ایک شعر میں کیا خوب ارشاد فرماتے ہیں کہ :

کہہ دو اِن اہلِ قال سے دفتر لپیٹ لیں
دن مدتوں میں آئے ہیں پھر اہلِ حال کے

اس شعر میں'' اہلِ قال '' سے مراد وہ لوگ ہیں جو تعلق بِاللہ کے بارہ میں صرف زبانی باتیں کرتے ہیں اور '' اہلِ حال '' سے مراد وہ لوگ ہیں کہ جنہیں واقعی اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک زندہ اور حقیقی تعلق حاصل ہے۔ اس زمانہ میں کہ جب یہ شعر کہا گیا تھا، اہلِ قال کی مثال اسی طرح کے پیر فقیر اور نام نہاد صوفی تھے، جن کی روحانیت مصنوعی اور بے حقیقت تھی۔ دوسری طرف اہلِ حال کی بہترین مثال حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اصحاب تھے، جو حقیقت میں اولیاء اللہ تھے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے : **وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا** 25 یعنی وہ لوگ کہ جو ہمیں پانے کے لئے پوری کوشش کرتے ہیں، ہم ضرور انہیں اپنے لقاء کی راہیں دکھاتے ہیں۔ عربی میں سبیل رستے کو کہتے ہیں، جس کی جمع سُبُل ہے۔ سُبُلَنَا یعنی ہماری راہیں سے مراد عبادت کے وہ تمام طریق اور دین کے وہ تمام شعبے ہیں جو بندے کو خدا سے ملانے کا ذریعہ بنتے ہیں۔ لوگوں کے مختلف دینی رجحانات ہوتے ہیں۔ اور اپنے اپنے رجحان کے مطابق مختلف طبیعتیں مختلف شعبوں کی طرف مائل ہو جاتی ہیں۔ دین کے ان مختلف شعبوں میں سے ایک شعبہ ''تصوف'' بھی ہے۔ اور '' تصوف'' کی راہ پر چلنے والے کو''صوفی'' کہتے ہیں۔

'' تصوف '' سے کیا مراد ہے ؟ تصوف دین پر عمل کی وہ راہ اور وہ سبیل ہے، جس پر چلتے ہوئے ایک مومن کی تمام عبادات اور دینی فکر پر، عشق الٰہی غالب رہتا ہے۔

تصوف اس دینی رجحان کا نام ہے جس کے تحت انسان کے تمام دینی علم وعمل پر ''محبت الٰہی'' کا اثر حاوی رہتا ہے۔ تصوف کا رجحان رکھنے والے کو ''صوفی'' کہتے ہیں۔ تصوف کی اس تعریف کے مطابق، اگر سوچا جائے تو ہر زمانے کا سب سے بڑا صوفی اس زمانے کا نبی ہی ہوتا ہے۔

بدقسمتی سے جس طرح دین کے باقی شعبوں میں زوال ظاہر ہوا، اُسی طرح وقت

25- سورۃ العنکبوت : 70

کے گزرنے کے ساتھ، تصوف بھی زوال کا شکار ہوتا رہا۔ اور جس طرح دین کے دیگر شعبوں کو تجدید کی ضرورت تھی، اُسی طرح تصوف کو بھی تجدید کی ضرورت تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ ایک بار پھر وہ حقیقی تصوف بھی، دوبارہ زندہ ہوا جو مفقود ہو چکا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صحبت میں ایسے بزرگ دوبارہ پیدا ہونے شروع ہوئے جن کے علم وعمل پر محبت الٰہی کا رنگ غالب تھا۔ ایسے سچے صوفیاء پیدا ہوئے جو لقائے الٰہی کی منزل کے لئے، محبت الٰہی کی راہ کے مسافر بن گئے، اور یہ طریق بھی دراصل انہوں نے اپنے مرشد حضرت مسیح وموعود علیہ السلام ہی سے سیکھا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے ایک شعر میں فرماتے ہیں :

کوئی راہ نزدیک تر راہِ محبت سے نہیں

طے کریں اس راہ سے سالک ہزاروں دشت خار

حقیقی اسلامی تصوف کیا ہے، یہ سمجھانے کے لئے اس شعر سے بہتر کلام نہیں مل سکتا۔ صوفیاء، علماء اور فقہاء نے تصوف کی بڑی تفصیلی تعریفات اور تشریحات کی ہیں۔ لیکن تصوف کی حقیقت کو جس خوبصورتی اور وضاحت سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس شعر کے ذریعہ بیان فرمایا ہے وہ بے مثال ہے۔

ایک صوفی کی توجہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی قربت اور اس کی صفات کی معرفت پر جمی رہتی ہے۔ گویا اہلِ تصوف یا صوفی وہ ہوتے ہیں جو اپنے علم اور عمل دونوں میں، شریعت کے ظاہری پہلوؤں کی نسبت دین کے باطنی پہلوؤں پر زیادہ زور دیتے ہیں۔ یہ تاثر غلط ہے کہ ایک صوفی کا علمِ دین سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ اسی طرح یہ

تاثر کہ ایک صوفی احکامِ شریعت سے غافل ہوتا ہے، اور بھی زیادہ غلط ہے۔ ایک سچا صوفی صاحبِ علم بھی ہوتا ہے اور صاحبِ عمل بھی۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ اس کے علم اور عمل دونوں پر محبت الٰہی کا رنگ غالب رہتا ہے۔ ہرحال میں ''محبتِ الٰہی'' اس کی توجہ کا مرکز رہتی ہے۔ حضرت میر محمد اسماعیل صاحب رضی اللہ عنہ کا ایک دلنشین شعر اِس کیفیت کی خوب عکاسی کرتا ہے :

ہزار علم و عمل سے ہے بالیقیں بہتر
وہ ایک اشکِ محبت جو آنکھ سے ٹپکا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ بھی اپنی اپنی طبائع کے مطابق دین کے مختلف شعبوں میں کمال رکھتے تھے۔ یہ تمام کمالات انہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تربیت اور روحانی اثر کے نتیجے میں حاصل ہوئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے روحانی مسح نے اِن اصحاب کی صلاحیتوں کو خوب چمکا دیا تھا۔ بعض صحابہ کا رجحان طبعاً تصوف کی طرف تھا یعنی ان میں صوفیانہ مزاج زیادہ نمایاں تھا۔ حضرت میر محمد اسماعیلؓ کا تعلق بھی صحابہ کے اِسی گروہ سے تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تربیت اور روحانی توجہ کے اثر سے ان اصحاب نے تصوف کے میدان میں حیرت انگیز ترقیات حاصل کیں۔ حضرت میر صاحبؓ کا تصوف آپؓ کی زندگی کے واقعات کے علاوہ آپؓ کے مضامین اور آپؓ کے اشعار سے بھی صاف ظاہر ہے۔ عشق الٰہی میں ڈوبی ہوئی بعض ایسی نظمیں حضرت میر صاحبؓ نے کہی ہیں کہ اُن کا اثر پڑھنے والے کے دل بلکہ روح پر ہوتا ہے۔

حضرت میر صاحبؓ کے مجموعۂ کلام کا نام ''**بخارِ دل**'' ہے۔ اس میں ایک نظم ہے جس کا عنوان ہے ''**تم**''۔ اِس نظم میں حضرت میر صاحبؓ نے اپنے محبوبِ حقیقی یعنی اللہ تعالیٰ کو مخاطب کیا ہے اور ''تم'' سے مراد بھی یہاں اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اِس نظم کے بعض اشعار مثال کے طور پر پیش ہیں تا کہ پڑھنے والے حضرت میر صاحبؓ کا رنگِ تصوف ملاحظہ کرسکیں :

علاجِ دردِ دل تم ہو ہمارے دلربا تم ہو
تمہارا مدّعا ہم ہیں ہمارا مدّعا تم ہو
مِری خوشبو مرا نغمہ مرے دل کی غذا تم ہو
مری لذت مری راحت مری جنت شہا تم ہو
مرے ہر درد کی، دکھ کی، مصیبت کی دوا تم ہو
رجا تم ہو، غِنا تم ہو، شِفا تم ہو، رضا تم ہو
ہر اک ذرّہ میں جلوہ دیکھ کر کہتی ہیں یہ آنکھیں
تم ہی تم ہو، تم ہی تم ہو، خدا جانے کہ کیا تم ہو ☆☆

حضرت میر محمد اسماعیلؓ نے اپنے ایک مضمون بعنوان''**خمخانۂ عشق میں ایک رات**'' [26] میں اپنا ایک حیرت انگیز روحانی تجربہ بیان کیا ہے۔ یہ مضمون جو کہ الفضل قادیان مورخہ 3 نومبر 1936ء میں چھپا تھا، واقعی پڑھنے سے تعلق رکھتا

26- الفضل قادیان 3 نومبر 1936ء صفحہ 4 جلد 24 نمبر 107
☆☆ بخارِ دل طبع 1970ء لاہور صفحہ 78 ، طبع 2006ء کراچی صفحہ 122

ہے۔ یہ واقعہ کشفی اور الہامی کیفیات کا مجموعہ ہے۔ ہم اسے مکالمۂ الٰہیہ بھی کہہ سکتے ہیں۔ دسمبر 1920ء کی بات ہے۔ حضرت میر صاحبؓ کی عمر اس وقت 39 برس تھی۔ ایک رات آپؓ مسجد مبارک قادیان میں عشاء کی نماز پڑھ کر فارغ ہوئے تو دیکھتے دیکھتے مسجد نمازیوں سے خالی ہوگئی اور آپ تنہا رہ گئے۔ حضرت میر صاحبؓ بھی مسجد کی سیڑھیاں اُترنا شروع ہوئے کہ عشق الٰہی کی ایک عجیب کیفیت نے ازخود آپؓ کے دل میں جوش مارا۔ گویا یہ کیفیت آپؓ کے دل پر نازل کی گئی۔ساتھ ہی آپؓ کو یوں لگا کہ مسجد کے اندر سے ایک غیبی آواز آئی ہے :

> '' میرا گھر چھوڑ کر اپنے گھر چلا ہے ؟ اور پھر ایسے خلوت کے وقت میں جو آئندہ کبھی میسر نہیں آئے گا ؟ ''

یہ آواز سن کر آپ اُلٹے پیر واپس مسجد کی سیڑھیاں چڑھنے لگے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پھر یہ حکم ہوا کہ :

> '' حریمِ قُدس کا رستہ بھول گیا ! یہ سیڑھیاں تو خمخانۂ عشق میں نہیں آتیں۔ نہ یہ عاشقوں کا راستہ ہے۔ ''

پھر خدا تعالیٰ نے الہاماً فرمایا کہ :

> '' آنا ہے تو پُرانی سیڑھیوں کی طرف سے آ۔ اور سر کے بل آ۔ اور گریبان چاک کر کے آ۔ ''

چنانچہ اس الٰہی حکم کی تعمیل میں حضرت میر صاحبؓ نے اُن قدیم اور تنگ سیڑھیوں کا رستہ اختیار کیا جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام استعمال فرماتے تھے۔ چونکہ خدا تعالیٰ

کے سب سے بڑے عاشق اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہی تھے، اسی لئے وہ پُرانی سیڑھیاں ہی عاشقوں کا راستہ کہلائے جانے کے لائق تھیں۔ حضرت میر صاحبؓ نے اس وقت ایک بے اختیاری کی حالت میں خود اپنے ہاتھوں سے اپنا گریبان چاک کیا۔ پرانی سیڑھیوں کی دہلیز پر پہنچے تو پھر حکم ہوا :

'' اے اَشۡعَث اَغۡبَر لے اُٹھ اور اوپر چل ۔''

اَشۡعَث اَغۡبَر سے مراد بکھرے بال اور غبار آلودہ پیشانی والا شخص ہے۔ چنانچہ آپؓ نے پھر سیڑھیوں کو اِس طرح قدم بہ قدم طے کیا کہ ہر زینہ پر سجدہ کرتے اور پھر اپنی داڑھی سے اسے صاف کرتے اور پھر اگلے زینے کی طرف بڑھتے۔ آپؓ نے سیڑھوں کا یہ مختصر سا رستہ زینہ بہ زینہ ایک گھنٹے میں طے کیا۔ مسجد میں پہنچ کر پھر آپؓ عبادت اور دعاؤں میں مشغول ہوگئے۔ اس راز و نیاز کے دوران حضرت میر صاحبؓ نے اللہ تعالیٰ سے اُس کی بخشش طلب کی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب آیا کہ :

'' مفت ؟ ''

حضرت میر صاحبؓ نے عرض کیا ''میں کیا پیش کرسکتا ہوں۔ جو کچھ ہے وہ آپ کا ہی دیا ہوا ہے۔'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

'' جان اور ایک چیز سب سے عزیز ۔''

اِس حسین و دلنشین مکالمۂ الٰہیہ کے بعد حضرت میر صاحبؓ کی تہجد جاری رہی۔

تہجداور فجر کے درمیانی وقت میں جب کہ آپؓ محراب کے پیچھے پہلی صف میں بیٹھے تھے، کوئی دبے پاؤں خاموشی سے آپؓ کے پیچھے سے گزرا۔ حضرت میر صاحبؓ نے سر اُٹھا کر دیکھا تو بحالت بیداری آپؓ کو کشفاً اپنے سامنے ایک بہت بڑا آئینہ دکھائی دیا۔ تب آپؓ کو یہ احساس ہوا کہ جو ہستی آپؓ کے پیچھے تھی، وہ اِس آئینہ میں اپنا جلوہ آپؓ کو دکھانا چاہتی ہے۔ پھر اچانک آنکھ کو چندھیا دینے والا ایک نور اس آئینہ میں ظاہر ہوا جسے نظر بھر کر دیکھنا ناممکن تھا۔ لیکن حضرت میر صاحبؓ نے پھر بھی ہمت کر کے اس آئینہ میں جلوہ گر خدا تعالیٰ کی تجلّی کو نظر بھر کر دیکھ ہی لیا۔ پھر اللہ تعالیٰ کی وہ نورانی تجلّی اسی طرح آہستہ آہستہ اُلٹے پاؤں پیچھے ہٹ گئی۔ حضرت میر صاحبؓ کے اپنے الفاظ میں : ’’ یوں معلوم ہوتا تھا کہ اُس جانِ جاناں نے مجھے اپنا رخِ زیبا دکھانے کیلئے یہ شکل آفتابِ نصف النہار کی اختیار کی ہے اور میں نے اِس تمام ناز و انداز کے اندر ایک ارادہ، ایک مذاق، ایک شوخی، ایک ترّحم اور ایک محبت کی نظر کو بچشمِ خود ملاحظہ کیا۔‘‘
حضرت میر محمد اسماعیلؓ اللہ تعالیٰ کے ان بندوں میں سے تھے، جن کے بارے میں وہ خود فرماتا ہے کہ : یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ [27] یعنی وہ خدا کا چہرہ دیکھنا چاہتے ہیں۔ دیدار کے اسی شوق نے آپؓ کو مجبور کیا کہ اس روحانی تجربہ کے دوران آگے بڑھ کر اور ہمت کر کے، اس نور کا نظر بھر کر مشاہدہ کریں، کہ جس نور کی تاب آنکھیں نہیں رکھتیں۔

27- سورۃ الانعام : 53

صبح ہوتے ہی حضرت میر صاحبؓ نے اللہ تعالیٰ سے اشارہ پا کر، پہلے ایک سیاہ بکرا اور ایک سفید مینڈھا قربان کئے۔ پھر اپنی عزیز ترین جائیداد یعنی آپؓ کا وہ ذاتی مکان جو مسجد مبارک قادیان کے قریب تھا اور جس کا نام آپؓ نے **''کنج عافیت''** رکھا تھا وہ جماعت کو دے دیا۔ پھر جب گھر پہنچے تو اپنی عزیز بیٹی سیّدہ مریم صدیقہ پر نظر پڑی۔ آپؓ نے اُسی وقت اپنی بیٹی کو گود میں اُٹھا کر یہ دعا کی کہ '' اس کا نام ہی شاہد ہے۔ میرا پہلے بھی یہی ارادہ تھا۔ اب اسے بھی قبول فرمائیے۔ **ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔**'' اس حسین روحانی تجربہ پر جو کیفیت حضرت میر صاحبؓ کے دل کی تھی، وہ آپؓ کے اپنے الفاظ میں پڑھنے کے لائق ہے۔ آپؓ تحریر فرماتے ہیں :

> '' زہے نصیب وہ اور مجھے اپنا چہرہ دکھائیں۔ وہ اور مجھ سے میری جان کا مطالبہ کریں۔ وہ اور مجھ سے ایک عزیز چیز کی نذر طلب فرمائیں۔'' [28]

مسجد مبارک اور دارالمسیح کے قرب میں واقع آپؓ کی عزیز جائداد ''کنج عافیت'' وقف ہونے کے بعد اخبار الفضل کے دفتر کے طور پر استعمال ہوئی اور پھر بعد میں جماعت کے ہسپتال کے طور پر استعمال ہوتی رہی۔ گویا حضرت میر صاحبؓ کا یہ نذرانہ اسی وقت قبول ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس نذرانے کی قبولیت کا یوں ثبوت دیا، کہ ''کنج عافیت'' سلسلۂ احمدیہ کے مختلف مقاصد

28- الفضل قادیان 3 نومبر 1936ء صفحہ 5 جلد 24 نمبر 107

کے لئے کام آ تا رہا اور وقف رہا۔

حضرت میر محمد اسماعیلؓ نے اپنی پہلی بیٹی کا نام ''مریم صدیقہ'' اِس نیت سے رکھا تھا کہ وہ حضرت مریم کی طرح اللہ تعالیٰ کی راہ میں وقف ہو، اور اسی بیٹی کا دوسرا نام آپؓ نے '' نذر الٰہی '' بھی اسی خیال سے رکھا تھا۔ یہ فکر حضرت میر صاحبؓ کو بدستور لاحق رہی کہ '' مریم صدیقہ '' کی صورت میں پیش کئے جانے والا نذرانہ قبول ہوا ہے یا نہیں۔ یہ فکر تقریباً 15 سال حضرت میر صاحبؓ کو دامنگیر رہی۔ بالآخر خدا کی درگاہ میں اس نذرانے کی قبولیت کا نشان اس طرح ظاہر ہوا کہ آپؓ کی عزیز بیٹی سیّدہ مریم صدیقہ کا ہاتھ، آپؓ کی بڑی بہن حضرت اُمّ المؤمنین رضی اللہ عنہا نے اپنے بیٹے حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمدؓ خلیفۃ المسیح الثانی کے لئے مانگ لیا۔ 1935ء میں سیّدہ مریم صدیقہ بنت حضرت میر محمد اسماعیلؓ کی شادی حضرت مرزا محمود احمدؓ ابن مسیح موعود علیہ السلام سے ہوئی۔ خلیفۃ المسیح کی بیگم کی حیثیت سے حضرت سیّدہ مریم صدیقہ (حضرت چھوٹی آپا) نے اپنا فرض خوب نبھایا اور اپنی زندگی خدمتِ دین اور تعلیمِ قرآن کیلئے وقف رکھی۔ صدر لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کی حیثیت سے دنیا بھر کی احمدی عورتوں کی تربیت اور تنظیمی رہنمائی بھی کی اور یوں'' نذر الٰہی '' کے نام کی حقدار ٹھہریں۔

رہا معاملہ '' **جان** '' کے نذرانہ کا، سو وہ بھی خوب انداز میں قبول ہوا۔ آپؓ کی دوسری بیٹی سیّدہ امۃ اللہ بیگم صاحبہ بیان فرماتی ہیں کہ وفات سے کچھ عرصہ قبل حضرت میر صاحبؓ کو ایک کشف میں ایک ہاتھ کا سایہ دکھایا گیا۔ پھر وہ

ہاتھ کا عکس لفظ '' اللہ '' میں تبدیل ہوگیا۔ پھر آپؓ کی توجہ لفظ '' اللہ '' کے اعداد کی طرف پھیری گئی۔ لفظ '' اللہ '' کے اعداد 66 بنتے ہیں۔' الف' کا 1، ' ل ' کے 30، پھر' ل ' کے 30 اور پھر ' ہ ' کے 5۔ یعنی کل 66۔ آپؓ کو بتایا گیا کہ آپؓ کی وفات لفظ '' اللہ '' کے اعداد پر یعنی 66 برس کی عمر میں ہوگی اور یہ بھی بتایا گیا کہ اس روز جمعہ کا دن ہوگا۔

حضرت میر محمد اسماعیلؓ 18 جولائی 1881ء کو پیدا ہوئے اور 18 جولائی 1947ء بروز جمعہ آپؓ کی وفات ہوئی، یعنی ٹھیک اُس دن جس دن آپؓ پورے 66 برس کے ہوئے۔ نہ ایک دن زیادہ، نہ ایک دن کم۔ یوں آپؓ کی **جان**، کہ جس کا نذرانہ آپؓ سے مانگا گیا تھا، وہ اللہ تعالیٰ کے اذن اور ارادہ سے عین اتنی عمر میں نذر ہوگئی، جتنے کہ '' اللہ '' کے نام کے اعداد ہیں۔ظاہر ہے کہ اِس انداز میں، ایک معیّن دن پر، اس جہان سے واپسی اختیار کرنا حضرت میر صاحبؓ کا فعل نہیں تھا اور نہ ہوسکتا تھا، بلکہ اگر کچھ تھا تو فعلِ الٰہی تھا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے گویا اپنے بندے کیلئے محبت اور قبولیت کے اظہار کی ایک نادر نشانی تھی۔ اپنے پاک نام اور اسمِ اعظم کے اعداد پر اپنے بندے کو اپنے پاس بُلا کر، جہاں ایک طرف اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کا اظہار خود حضرت میر اسماعیل صاحبؓ پر فرمایا، وہاں دوسری طرف دنیا پر بھی یہ کھول دیا کہ اس بندے کی محبت مقبولِ درگاہ ہوئی ہے۔

جس حسین نام پر آپؓ زندگی بھر جان دیتے رہے، بالآخر بوقتِ رِحلت بھی، اُسی نام پر جان دی۔

'' خمخانۂ عشق میں ایک رات '' کے مضمون میں درج واقعات کی کیفیات کو حضرت میر صاحبؓ شعری صورت میں نے ایک نظم میں بھی بیان فرمایا ہے۔ اس نظم کے چند اشعار پیش ہیں۔ آپؓ فرماتے ہیں :

کلیجہ ہے کہ آتش ہے یہ آنکھیں ہیں کہ بادل ہے
نہ اِس پہلو مجھے کل ہے نہ اُس پہلو مجھے کل ہے
گریباں چاک کر ڈالا اسی جوشِ محبت میں
ہزاروں حرکتیں ایسی کہ گویا عقل مختل ہے
طوافِ قصرِ جاناں میں کبھی کٹتی تھیں یہ راتیں
ہر اِک زینہ پہ اِک سجدہ کہ یہ دلبر کی ہیکل ہے [بخارِ دل]

اس تمام روحانی تجربہ کے بیان کے بعد، حضرت میر محمد اسماعیلؓ ہر **احمدی** کو مخاطب کرتے ہوئے ایک نہایت غور طلب نصیحت فرماتے ہیں۔ آپؓ تحریر فرماتے ہیں :

'' یہی وہ دروازہ ہے جسے احمدیت نے تیرہ سَو سال کے بعد آج پھر دنیا کے لئے کھولا ہے۔ اور یہی وہ کوچہ ہے جس کے سر پر ملائکہ تیرے جیسے متلاشیانِ عشق کی راہ تک رہے ہیں۔ دنیا اِس نعمت سے غافل ہے۔ مطلوب آج طالب بنا ہوا ہے اور معشوق اپنے عشاق کے انتظار میں سرِراہ بے نقاب کھڑا ہے۔

فَفِرُّوْا اِلَی اللّٰہ۔ میرے پیارو۔ دیکھو۔ اگر تم نے **احمدی** ہوکر
بھی اُس یارِ ازلی کا چہرہ نہ دیکھا، تو پھر احمدیت کا کیا لطف آیا۔
اور ایمان کی کیا حلاوت نصیب ہوئی۔'' [29]

ہر سچے عاشق کو اپنے محبوب کے لئے جذبۂ عشق کے علاوہ سچی غیرت بھی ہوتی ہے۔ حضرت میر صاحبؓ کو اپنے محبوب یعنی محبوبِ حقیقی کیلئے غیر معمولی طور پر شدید غیرت تھی۔ 1907ء کی بات ہے جب حضرت میر صاحبؓ میو (Mayo) ہسپتال لاہور میں ابھی ہاؤس سرجن تھے کہ آپؓ کی بڑی سالی صاحبہ، جو آپؓ کی پھوپھی زاد بھی تھیں آپؓ کی طرف مہمان آئیں۔ ان کے ہاں کچھ عرصہ قبل ایک بچی پیدا ہوئی جو چند روز بعد ہی وفات پا گئی۔ اپنی اس بچی کو یاد کرتے ہوئے اُن کے منہ سے یہ الفاظ نکل گئے :

'' میرے بہنوئی ڈاکٹر صاحب میرے پاس ہوتے تو میری لڑکی
نہ مرتی۔''

بظاہر وہ حضرت میر صاحبؓ کی تعریف ہی کر رہی تھیں اور ان پر اپنا اعتماد ظاہر کر رہی تھیں، لیکن یہ بات وہ خدا کے ایک ایسے بندے کے سامنے کر رہی تھیں جسے خود سے زیادہ خدا کے لئے غیرت تھی اور جسے ایک پل کے لئے بھی یہ منظور نہ تھا کہ اس کی اپنی ذات کو ہی بت بنا دیا جائے۔ حضرت میر محمد اسماعیلؓ نے اپنی سالی صاحبہ کی یہ بات سن کر فرمایا کہ :

29- الفضل قادیان 3 نومبر 1936ء صفحہ 5 جلد 24 نمبر 107

”اب ان کے ہاں ضرور ایک لڑکا پیدا ہوگا اور وہ میرے زیر
علاج رہ کر میرے ہاتھوں میں مرے گا تا کہ ان کا شرک ٹوٹے۔“

چھ برس بعد یعنی 1913ء میں آپؓ کی اسی پھوپھی زاد بہن کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوا۔ وہ اپنا بچہ لے کر اپنی ہمشیرہ اور بہنوئی یعنی حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیلؓ کی طرف آئیں۔ دورانِ سفر بے احتیاطی کے نتیجہ میں انہوں نے اپنے بچے کو خراب دودھ پلا دیا جو تھرمس میں پڑا پڑا باسی ہو چکا تھا۔ بچے کا پیٹ خراب ہو گیا۔ حضرت میر صاحبؓ کے ہاں پہنچے تو بچہ بیمار تھا۔ حالت بگڑ گئی۔ حضرت میر صاحبؓ کے علاوہ دیگر ڈاکٹروں سے بھی علاج کروایا لیکن بالآخر چند روز کی علالت کے بعد بچہ فوت ہو گیا۔ [30]

توحید الٰہی کے لئے حضرت میر محمد اسماعیلؓ کی طبیعت میں جو غیر معمولی غیرت تھی، وہ ایک دوسرے واقعے سے بھی ظاہر ہوتی ہے جو حضرت میر صاحبؓ کی صاحبزادی، سیّدہ طیبہ صدیقہ صاحبہ (بیگم نواب مسعود احمد خان صاحب) نے بیان کیا ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ حضرت میر محمد اسماعیل صاحبؓ کے بچوں میں سے سب سے چھوٹے سیّد امین احمد صاحب، اپنے بچپن کے ابتدائی ایام میں بہت کمزور اور بیمار رہتے تھے۔ سیّدہ طیبہ صدیقہ صاحبہ حضرت میر صاحبؓ کی بڑی بیٹیوں میں سے تھیں۔ چنانچہ سیّد امین احمد کی نگہداشت کا ذمہ ان کے سپرد ہوا۔ کچھ عرصہ کی دیکھ

30- ماخوذ از آپ بیتی مؤلفہ حضرت میر محمد اسماعیلؓ صفحہ 29-30

بھال کے بعد جب بچہ کمزوری کی حالت سے باہر آ گیا اور صحت سنبھل گئی تو ایک موقع پر جس طرح کہ بہنیں ناز سے بات کرتی ہیں، سیّدہ طیبہ صدیقہ صاحبہ نے اپنے والد حضرت میر صاحبؓ سے کہا کہ ’’ اگر میں اسے نہ رکھتی تو پھر پتہ نہیں کیا ہوتا۔‘‘

اگرچہ یہ الفاظ سادہ دلی اور معصومیت سے کہے گئے تھے لیکن حضرت میر صاحبؓ کو خدا تعالیٰ کے لئے ایسی غیرت تھی کہ آپؓ نے بیٹی کو جواباً فرمایا :

’’ اب یہ بڑا ہوگا اور تمہارے گھر میں فوت ہوگا۔ ‘‘

سیّد امین احمد صاحب اپنی بہن سیّدہ طیبہ صدیقہ صاحبہ سے عمر میں اندازاً 15 برس چھوٹے تھے۔ بظاہر اسی بات کا امکان زیادہ ہوتا ہے کہ جو 15 سال بڑا ہے وہ اس جہان سے پہلے رخصت ہو۔ لیکن ظاہری امکانات کے برخلاف، 1998ء میں سیّد امین احمد صاحب کی وفات اپنی بڑی بہن کی زندگی میں ہوئی۔ وفات اگرچہ کراچی میں ہوئی لیکن کراچی سے اُن کا جنازہ، ربوہ میں موجود بڑی بہن، سیّدہ طیبہ صدیقہ صاحبہ کے گھر لایا گیا۔ اور بالآخر تدفین کیلئے اس بھائی کا جنازہ اِسی بہن کے گھر سے اُٹھا۔ [31] حضرت میر صاحبؓ کے یہ دونوں بچے بہشتی مقبرہ ربوہ میں مدفون ہیں۔

خدا سے محبت کرنے والے خدا کے لئے غیرت رکھتے ہیں۔ اور خدا کی غیرت میں کہے گئے اُن کے کلمات کے لئے خدا غیرت رکھتا ہے۔ اور بسا اوقات وہ الفاظ کسی نہ کسی رنگ میں پورے بھی ہو جاتے ہیں۔ پس خدا کی یہی محبت اور غیرت حضرت میر محمد اسماعیل صاحبؓ کی زندگی میں ہمیں دکھائی دیتی ہے۔

31- ماخوذ از الفضل 2 ستمبر 1998ء صفحہ 4

جن دنوں حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ کا تقرر گورداسپور تھا، ان دنوں ایک دوست ملک مولا بخش صاحب بھی وہیں مقیم ہوتے تھے۔ ملک صاحب نے حضرت میر صاحبؓ کو مشورہ دیا کہ وہ کوشش کر کے اپنا تقرر مستقل طور پر گورداسپور کروالیں کیونکہ قادیان قریب پڑتا تھا۔ حضرت میر صاحبؓ نے جواباً فرمایا: ''میں تو وہاں ہی رہنا چاہتا ہوں جہاں میرا خدا مجھے رکھے۔ وہ مجھ سے بہتر جانتا ہے کہ میرا کہاں رہنا مفید ہے۔'' 32

1925ء میں حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ کا تبادلہ گورداسپور سے گوجرہ ہوا۔ ان دنوں حضرت میر صاحبؓ کے پاس ایک موٹر سائیکل ہوا کرتی تھی جس کے ساتھ ایک سائیڈ کار (sidecar) لگی ہوتی تھی۔ یہ سواری اس زمانے میں بہت عام اور مقبول ذریعۂ آمد و رفت تھا۔ آپؓ نے اس سواری پر، براستہ قادیان اس طرح سفر اختیار کیا کہ موٹر سائیکل چلانے کے لئے، اُجرت پر ایک مستری ساتھ لے لیا اور خود آپؓ سائیڈ کار میں بیٹھ گئے۔ سفر کے دوران موٹر سائیکل خراب ہوگئی۔ صورتِ حال یہ تھی کہ رات ڈھل رہی تھی اور آگے جنگل تھا اور قریب ترین آبادی بھی دور تھی۔ چوری اور ڈکیتی کے خطرات بھی تھے اور حضرت میر صاحبؓ کی جیب میں کافی رقم بھی تھی۔ اِس صورت حال میں حضرت میر صاحبؓ نے اللہ تعالیٰ سے مدد کے لئے دعا شروع کی۔ عین اُس وقت آپؓ کے قریب ایک کار آ کر رکی۔ دیکھا تو اس گاڑی میں حضرت خلیفة المسیح الثانی رضی اللہ عنہ اور حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ تھے، جو اسی راستہ

-32 الفضل قادیان 28 جولائی 1947ء

سے لاہور سفر کر رہے تھے۔ حضرت میر صاحبؓ بھی ان کے ہمراہ کار میں بیٹھ گئے اور وہاں سے روانہ ہوئے۔

قبولیت دعا کا یہ ایک معجزہ تھا۔ اِس واقعہ پر حضرت میر صاحبؓ اپنی دلی کیفیت یوں بیان فرماتے ہیں : ''اِس عجیب اور بروقت آسمانی مدد سے میرا دل شکر کے جذبات سے اتنا لبریز ہوگیا تھا کہ سارے راستے میں بڑی مصیبت سے اپنے تئیں ضبط کرتا آیا''۔ 33

پس حضرت میر صاحبؓ کے تصوف کی بنیاد تصوّرِ جاناں پر نہیں بلکہ دیدارِ جاناں پر تھی۔ آپؓ کا قدم اُس سچے تصوف کی راہ پر تھا، جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فیض سے زندہ ہوا۔ آپؓ اہلِ قال میں سے نہیں، بلکہ اہلِ حال میں سے تھے۔ حضرت میر محمد اسماعیل صاحبؓ کی زندگی کا ہر شعبہ ہی عشقِ الٰہی، تعلق باِللہ اور فنا فی اللہ کے حسین رنگوں سے رنگین نظر آتا ہے۔ حضرت میر محمد اسماعیل صاحبؓ کا منظوم کلام، ''بخارِ دل'' بھی بہت گہری صوفیانہ شاعری پر مشتمل ہے۔ پس کیا قول اور کیا فعل، ہر پہلو سے آپؓ کی سیرت ایک عارف باللہ کی سیرت ہے۔

33- الفضل 17 فروری 1961ء صفحہ 4 جلد 50/15 نمبر 40

عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت خاتم الانبیاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو عشق اور فدائیت کا تعلق حضرت میر محمد اسماعیلؓ کو تھا، وہ آپؓ کے نعتیہ کلام کے ہر مصرعے بلکہ ہر لفظ سے جھلکتا ہے۔ آپؓ کی نعتیں پڑھتے ہوئے، جہاں ایک طرف پڑھنے والے کے دل سے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے درود وسلام اُٹھتا ہے وہاں حضرت میر صاحبؓ کے دل کی عاشقانہ کیفیت کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔

حضرت میر صاحبؓ کی ایک نعت بعنوان **''سلام بحضور سیّد الانامؐ''** [34] ہے۔ اپنی تاثیرات کے لحاظ سے، نیز اپنے ادبی کمال کے اعتبار سے بھی یہ ایک بے مثال نعت ہے۔ اس نعت کے بارے میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے جلسہ سالانہ برطانیہ 2002ء کے موقع پر فرمایا تھا کہ :

> ''جب سے میں نے ہوش سنبھالی ہے، کبھی ایسی نعت، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نعتوں کے بعد، نہ سنی نہ کبھی دیکھی۔ اور میرا خیال ہے ہمیشہ کے لئے یہ نعت حضرت میر صاحبؓ کو یہ خراجِ تحسین پیش کرتی رہے گی۔'' [35]

اس نعت میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت، سوانح اور شان کے مختلف پہلوؤں کا بہت حسین انداز میں ذکر پایا جاتا ہے۔ یہ مکمل نعت پیش ہے۔

34- بخارِ دل طبع 1970ء لاہور صفحہ 75 ، طبع 2006ء کراچی صفحہ 87 **35-** ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح الرابع جلسہ سالانہ برطانیہ 2002ء

سلام بحضور سیّدالانامؐ

بدرگاہِ ذی شان خیر الانام شفیعُ الوریٰ، مرجعِ خاص و عام
بصد عجز و منت، بصد احترام یہ کرتا ہے عرض آپؐ کا اک غلام
کہ اے شاہِ کونین عالی مقام
علیک الصّلوٰۃُ علیک السّلام

حسینانِ عالم ہوئے شرمگین جو دیکھا وہ حسن اور وہ نورِ جبیں
پھر اس پر وہ اخلاقِ اکمل تریں کہ دشمن بھی کہنے لگے آفریں
زہے خُلق کامل، زہے حسن تام
علیک الصّلوٰۃُ علیک السّلام

خلائق کے دل تھے یقیں سے تہی بتوں نے تھی حق کی جگہ گھیر لی
ضلالت تھی دنیا پہ وہ چھا رہی کہ توحید ڈھونڈے سے ملتی نہ تھی
ہوا آپؐ کے دم سے اس کا قیام
علیک الصّلوٰۃُ علیک السّلام

محبت سے گھائل کیا آپؐ نے دلائل سے قائل کیا آپؐ نے
جہالت کو زائل کیا آپؐ نے شریعت کو کامل کیا آپؐ نے
بیاں کر دیئے سب حلال و حرام

علیک الصّلوٰۃُ علیک السّلام

نبوت کے تھے جس قدر بھی کمال وہ سب جمع ہیں آپؐ میں لامحال
صفاتِ جمال اور صفاتِ جلال ہر اک رنگ ہے بس عدیم المثال
لیا ظلم کا عفو سے انتقام

علیک الصّلوٰۃُ علیک السّلام

مقدس حیات اور مطہر مذاق اطاعت میں یکتا عبادت میں طاق
سوارِ جہانگیرِ یکراں بُراق کہ بگذشت از قصرِ نیلی رواق
محمدؐ ہی نام اور محمدؐ ہی کام

علیک الصّلوٰۃُ علیک السّلام

علمدارِ عشاقِ ذاتِ یگاں سپہ دارِ افواجِ قدوسیاں
معارف کا اِک قلزم بیکراں اِفاضات میں زندۂ جاوداں
پلا ساقیا آبِ کوثر کا جام

علیک الصّلوٰۃُ علیک السّلام

اس نعت کا ایک مصرعہ '' محمدؐ ہی نام اور محمدؐ ہی کام '' تو اپنی مقبولیت اور جامعیت کی وجہ سے زبان زدِ عام ہو چکا ہے۔ یہ مصرعہ اس قدر مقبول ہوا ہے کہ اب جماعت احمدیہ کے علم کلام میں بطور عنوان کے استعمال ہوتا ہے۔

حضرت میر محمد اسماعیل صاحبؓ کی ایک اور نعت جو بے حد دلنشین ہے ''**محمدؐ مصطفیٰ ہے مجتبیٰ ہے**''[36] کے عنوان سے ہے۔ اس کے چند اشعار پیش ہیں :

محمدؐ مصطفیٰ ہے مجتبیٰ ہے

محمدؐ مصطفیٰ ہے مجتبیٰ ہے	محمدؐ مہ لقا ہے دلربا ہے
محمدؐ جامعِ حسن و شمائل	محمدؐ محسنِ ارض و سماء ہے
محمدؐ نیرِ راہِ ہدیٰ ہے	محمدؐ شافعِ روزِ جزا ہے
محمدؐ فخرِ شانِ آدمیت	محمدؐ مظہرِ ذاتِ خدا ہے
محمدؐ باعثِ تکوینِ عالم	جسے لولاک خالق نے کہا ہے
محمدؐ مالکِ مُہرِ نبوت	''نبی گر'' اس لئے کہنا روا ہے
محمدؐ قابَ قوسینِ محبت	شفیعِ وصلِ انسان و خدا ہے
محمدؐ رحمۃٌ للعالمیں ہے	عدو تک جس کے احساں سے دبا ہے
محمدؐ صاحبِ اخلاقِ کامل	جمالی اور جلالی ایک جا ہے
غرض سچ مچ محمدؐ ہے محمد	جبھی تو چار سُو صلِ علیٰ ہے

اِس دلکش نعت کا ہر شعر ہی اتنا پُر معانی ہے کہ ہر شعر پر ایک شرح لکھی جا سکتی ہے۔ اِن اشعار میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ امتیازی شانیں بیان ہوئی

36- بخارِ دل طبع 1970ء لاہور صفحہ 80 ، طبع 2006ء کراچی صفحہ 95

ہیں، جو آپؐ کو باقی تمام انبیاء علیہم السلام سے ممتاز اور بالا ٹھہراتی ہیں۔ پس یہ نعت علمی اعتبار سے بھی، حسنِ بیان کے اعتبار سے بھی اور اظہارِ عشق کے اعتبار سے بھی ایک شاہکار ہے۔

تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں مسجد نبوی سے ملحقہ ایک چبوترا بنوایا تھا۔ اس چبوترے پر چھت تھی۔ اِس چبوترے کا نام " **اَلصُّفَّه** " تھا۔ صحابہ رسولؐ میں سے ایک گروہ تھا جو دن بھر اس چبوترے پر اس غرض سے مقیم رہتا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور معرفت سے زیادہ سے زیادہ فیض پائیں۔ نیز اس غرض سے بھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جائے۔ رات بھر یہ صحابہ جو کہ **اَصحابُ الصُّفَّه** کہلاتے تھے، اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہتے۔ پس اصحاب الصفہ کے شب و روز اسی طرح گزرتے۔ *1936*ء میں جب حضرت میر محمد اسماعیل صاحبؓ ریٹائر ہو کر قادیان آئے تو آپؓ نے اپنے گھر کا نام **اَلصُّفَّه** رکھا۔ اِس نام کا انتخاب ہی گویا آپؓ کے دل کی کیفیت ظاہر کر دیتا ہے۔ دراصل یہ نام ایک ایسے دل کا انتخاب تھا جس کی یہی مرضی اور یہی مراد تھی، کہ بس دن رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چوکھٹ پر پڑا رہے۔ اپنا دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی خدمت اور آپؐ کے مقاصد کے لئے کوشش میں صرف کرے۔ اور اپنی رات اللہ تعالیٰ کی عبادت اور یاد میں گزار دے۔

حضرت میر صاحبؓ کا علمی اور قلمی جہاد جو آپؓ کے مضامین اور آپؓ کے

اشعار کی صورت میں ہے، دفاعِ دین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہی تھا۔ بحیثیت ڈاکٹر، آپؒ کی خدمتِ خلق بھی دراصل رحمۃ للعالمینؐ ہی کے مقاصدِ رحمت کے حصول کے لئے ایک جہاد تھا۔ اوراسی طرح آپؒ کی رات بھر کی عبادتیں اورریاضتیں بھی دراصل سنّت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی ایک راہ تھی۔

’’ ہے احمدؑ سے بیعت ‘‘

حضرت خاتم الانبیاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو کلیدی نام ہیں، محمدؐ اور احمدؐ۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام بھی ہیں اور آپؐ کی شانیں بھی۔ حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ مہدی کے وقت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ احمدیت ظاہر ہونی مقدر تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے معلوم ہوتا ہے کہ مہدیٔ موعود علیہ السلام کا نام ’’ احمد ‘‘ ہوگا۔ چنانچہ حدیث میں یہ بیان ہوا ہے کہ **فَـاِنَّهٗ الْمَهْدِیُ وَاِسْمُهٗ اَحْمَد** [37A] یعنی ’’پس وہ المہدی ہوگا اور اس کا نام احمد ہوگا‘‘۔ یہ الفاظ ایک پیشگوئی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اور کسی بھی پیشگوئی کا پورا ہو جانا ہی اس کی سچائی کی سب سے بڑی دلیل ہوتی ہے۔ اسی طرح کسی حدیث کا پورا ہو جانا ہی اس حدیث کی سب سے بڑی سند اور اس حدیث کی صحت کی سب سے بڑی دلیل ہوتی ہے۔

مہدی موعود کے بارے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث ہے :

عِصَابَةٌ تَغْزُو الْهِنْد وَهِیَ تَكُونُ مَعَ الْمَهْدِیُّ اِسْمُهٗ اَحمد [37B]

37A- معجم احادیث الامام المھدی الجزالاوّل احادیث النبیؐ تالیف ونشر موسسہ المعارف الاسلامیہ الشیخ علی الکورانی حدیث نمبر 349 اور 356

37B- النجم الثاقب اھتداءلمن یدعے الدین الواصب مصنفہ سلیمان جلد دوم شائع شدہ 1310ھ مطبع احمدی مغلپورہ پٹنہ ہندوستان صفحہ 134، 195

حضرت اقدس مسیح موعود و مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام

اِس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ مہدی موعودؑ جن کا نام احمدؑ ہوگا، کے ہمراہ ایک **عِصَابَہ** یعنی جماعت ہوگی جو ہندوستان میں دین کا دفاع کرے گی۔ **تَغْزُو الْہِند** کے الفاظ میں یہ اشارہ ہے کہ دین کا دفاع کرنے والی اس جماعت کی بنیاد ہندوستان میں رکھی جائے گی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیشگوئی کے عین مطابق حضرت مہدی موعود علیہ السلام جن کا نام فی الواقعہ ''احمدؑ'' تھا، نے 1889ء میں اللہ کے حکم سے بیعت لینی شروع کی اور ہند میں جماعت احمدیہ کی بنیاد رکھی۔ اللہ تعالیٰ نے الہاماً حضرت مہدی موعود علیہ السلام کی زبان سے یہ اعلان جاری فرمایا کہ **اَیُّھَا النَّاسُ اِنّیِ اَنَا الْمَسِیح الْمُحمّدِی وَ اِنّیِ اَنَا الْاَحمدُ الْمَھدِیّ** [38]
یعنی اے لوگو یقیناً میں ہی مسیحِ محمدی ہوں اور یقیناً میں ہی احمدالمہدی ہوں۔ یہ الفاظ الہامی ہیں اور اللہ کے حکم سے حضرت مسیح موعودؑ کی زبان سے جاری ہوئے۔ حضرت مہدیؑ کا نام ''غلام احمدؑ'' تھا لیکن آپؑ ''احمدؑ'' کے نام سے ہی معروف تھے۔ اس طرح نبی کریمؐ کا ارشاد **اَلمَھدِی اِسمُہٗ اَحمَد** لفظاً لفظاً پورا ہوا۔

مہدئ موعودؑ کے ظہور کے ساتھ، جہاں ایک طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی پوری ہوئی، وہاں دوسری طرف ساتھ ہی اُمت کے لئے ایک امتحان کا آغاز بھی ہوگیا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی اُمت کے نام یہ وصیت تھی کہ **فَاِذَا رَئَیتُمُوہُ فَبَایِعُوہُ وَلَوحَبُوًاعَلَی الثّلْجِ فَاِنَّہٗ خلیفۃُ اللّٰہِ المَھدِی** [39]
یعنی کہ جب تم اسے دیکھ لو اور جب وہ ظاہر ہو جائے، تو ضرور اس کی بیعت کر لینا، چاہے تمہیں برف کے اوپر سے رینگ کر جانا پڑے۔ کیونکہ وہ اللہ کا خلیفہ المہدی

38- خطبہ الہامیہ روحانی خزائن جلد 16 صفحہ 61
39- سنن ابن ماجہ کتاب الفتن باب خروج المہدی

ہے۔ 1889ء میں اللہ کا خلیفہ اَلمہدیؑ ظاہر ہو گیا۔ اور ساتھ ہی ایک مبارک گروہ مومنین کا بھی ظاہر ہوا، جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کے مطابق امام مہدیؑ کی بیعت کر لی۔ یہی وہ مومنین تھے جو اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے امتحان میں پورے اُترے۔ اور وہ **عِصَابَہ** یعنی جماعت، جس نے مہدیؑ کی قیادت میں دین کا دفاع کرنا تھا، وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے یہی اصحاب تھے۔ حضرت میر محمد اسماعیلؓ بھی اسی مبارک گروہ کا حصہ تھے۔ حضرت میر محمد اسماعیلؓ ان ابتدائی خوش نصیبوں میں سے تھے جنہوں نے حضرت **احمدؑ اَلمہدی** کے ہاتھ پر بیعت کی۔

حضرت میر محمد اسماعیل صاحبؓ اپنے منظوم کلام میں ''احمدی'' کی تعریف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

ہوں اللہ کا بندہ محمدؐ کی اُمّت
ہے احمدؑ سے بیعت خلیفہ سے طاعت
مرا نام پوچھو
تو میں احمدی ہوں [بخارِ دل]

اس بند کا یہ مصرعہ **''ہے احمدؑ سے بیعت''** سے مراد **حضرت احمد اَلمہدی** کے ساتھ رشتۂ بیعت ہے۔ اور یہی بیعت ہے جو احمدیوں کو باقی دنیا سے ممتاز کرتی ہے۔

اس بیعت کے ذریعے حضرت میر محمد اسماعیلؓ اُس گروہ میں شامل ہو گئے جن کا ذکر

قرآن کریم میں آخَرِین کے نام سے اور حدیث میں مہدیٔ موعودؑ کے اَصحَاب کے طور پر ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر غیب کے امور انتہائی تفصیل کے ساتھ روشن کئے تھے۔ چنانچہ آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور پیشگوئی کے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ خود مہدیٔ موعودؑ کی تصدیق فرمائے گا اور اس کے اصحاب کو دُور دُور سے لا کر اکٹھا کرے گا۔ جن کی تعداد اہل بدر کی تعداد کے برابر یعنی 313 ہوگی، اور یہ کہ مہدیؑ کے پاس ایک مطبوعہ کتاب ہوگی جس میں ان 313 اصحاب کے نام، اُن کا تعلق کن مقامات سے ہے، اور ان کی کیفیت کیا ہے، یہ سب درج ہوگا۔ یہ حیرت انگیز حدیث ایک کتاب جَوَاهِرُ الْاَسْرَار میں درج ہے، جس کے مؤلف علی حمزہ بن علی ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اس حدیث کو اپنی تصنیف **انجام آتھم** میں درج فرمایا ہے۔

اس حدیث میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں : **يُصَدِّقُهُ اللّٰهُ تَعَالٰى وَيَجْمَعُ اَصْحَابَهٗ مِنْ اَقْصَى الْبِلَادِ عِدَّةِ اَهْلِ الْبَدْرِ بِثَلَاثِ مِائَةَ عَشَرَ رَجُلًا وَّمَعَهٗ صَحِيْفَةٌ مَخْتُومَةٌ فِيْهَا عَدَدُ اَصْحَابَهٗ بِاَسْمَائِهِمْ وَبِلَادِهِمْ وَخَلَالِهِمْ** [40] یعنی اللہ تعالیٰ خود مہدیؑ کی تصدیق فرمائے گا، اور دُور دُور کے شہروں سے، اُس کے اصحاب کو جمع کرے گا، جن کی گنتی اہل بدر کے برابر ہوگی، یعنی 313 مرد، اور مہدیؑ کے پاس ایک مطبوعہ کتاب ہوگی، جس میں ان 313 اصحاب کے نام، اُن کے شہروں کے نام اور اُن کی کیفیت مذکور ہوگی۔

اس حدیث کے الفاظ ''**يُصَدِّقُهُ اللّٰهُ تَعَالٰى**'' یعنی اللہ تعالیٰ خود مہدیؑ کی

40- جواہرالاسرار صفحہ 43 مؤلفہ شیخ علی حمزہ بن علی آذری طوسی ، روحانی خزائن جلد 11 صفحہ 325 ضمیمہ انجام آتھم

تصدیق کرے گا، 1894ء میں اُس وقت پورے ہوئے جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے عین مطابق، وہ دو علاماتِ مہدیؑ ظاہر ہوئیں، جن کا ظاہر کرنا صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے اختیار میں تھا، یعنی ماہ رمضان کی معین تاریخوں میں چاند اور سورج کے گرہن کی نشانیاں۔ 1894ء میں یہ دونوں نشان دنیا کے مشرق میں دیکھے گئے۔ پھر 1895ء میں، یہی دو نشان، رمضان کی انہی معین تاریخوں میں، دنیا کے مغرب میں دوبارہ ظاہر ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پُر رعب تصدیق کے بعد، 1897ء میں حضرت مہدی علیہ السلام نے ایک کتاب بعنوان ''انجام آتھم'' تصنیف فرمائی۔ اس کتاب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ارشاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعمیل میں اپنے 313 اصحاب کے نام، اُن کے شہروں کے نام، اور اُن کی کیفیت کو قلمبند فرمایا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے ان اصحاب کی کیفیت ان الفاظ میں درج فرمائی ہے :

> '' یہ تمام اصحاب خصلتِ صدق و صفا رکھتے ہیں اور حسب مراتب، جس کو اللہ بہتر جانتا ہے، بعض بعض سے، محبت اور انقطاع الی اللہ اور سرگرمی دین میں سبقت لے گئے ہیں''۔ 41

اپنے ان 313 اصحاب کی اس کیفیت کے بیان کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے، ان کے ناموں کی مکمل فہرست درج فرمائی ہے۔ اِس مبارک فہرست کے سترویں نمبر پر حضرت میر محمد اسماعیل صاحب رضی اللہ عنہ کا نام حضورؑ نے اس طرح درج فرمایا ہے :

'' ۷۰۔ سیّد محمد اسماعیل دہلوی طالب علم حال قادیان '' 42

41- انجام آتھم روحانی خزائن جلد 11 صفحہ 325 42- انجام آتھم ضمیمہ روحانی خزائن جلد 11 صفحہ 326

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس عظیم پیشگوئی کے پورا ہونے پر، حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی اسی کتاب میں تحریر فرماتے ہیں :

" چونکہ حدیث صحیح میں آ چکا ہے کہ مہدیٔ موعود کے پاس ایک چھپی ہوئی کتاب ہوگی، جس میں اس کے تین سَو تیرہ (۳۱۳) اصحاب کا نام درج ہوگا۔اس لئے یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ وہ پیشگوئی آج پوری ہوگئی "۔ 43

پھر اس پیشگوئی کی تکمیل کو، خالصۃً اللہ تعالیٰ کا فعل قرار دیتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :

"۔۔۔ نہ تین سو تیرہ مخلص اصحاب کا پیدا کرنا میرے اختیار میں تھا بلکہ یہ تمام اسباب خود خدا تعالیٰ نے پیدا کئے ہیں۔تا وہ اپنے رسول کریم [صلی اللہ علیہ وسلم] کی پیشگوئی کو پورا کرے"۔ 44

پس اس طرح تیرہ صدیاں قبل کی گئی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیشگوئی 1897ء میں لفظاً لفظاً پوری ہوئی۔کسی حدیث کا پورا ہو جانا ہی اس کے صحیح ہونے کی سب سے بڑی سند ہے۔ظاہر ہے کہ یہ ناممکن ہے کہ ایک حدیث وضع ہو اور پھر پوری بھی ہو جائے۔ **فَصَدَقَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ**۔ اس عظیم واقعہ کے حوالہ سے دیکھا جائے تو حضرت میر محمد اسماعیل رضی اللہ عنہ کو یہ امتیازی شان بھی حاصل ہے کہ آپؓ اُن مقدس تین سَو تیرہ اصحابِ مہدیؑ میں شامل ہیں، جن کی پیشگوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی۔

1895ء میں جب کہ حضرت میر صاحبؓ کی عمر 14 برس تھی، آپؓ کو

43- انجام آتھم روحانی خزائن جلد 11 صفحہ 324   44- انجام آتھم روحانی خزائن جلد 11 صفحہ 329

رمضان المبارک قادیان میں گزارنے کا موقع ملا۔ آپؓ کو اس عمر میں بھی عبادت کا ایسا شغف تھا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ایسا عشق تھا کہ تمام رمضان آپؓ نے حضور علیہ السلام کے ساتھ نماز تہجد ادا کی۔ حضرت میر صاحبؓ نے اپنا مشاہدہ بھی بیان فرمایا ہے کہ نماز تہجد کے دوران حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ طریق تھا کہ پہلی رکعت میں ہمیشہ آپؑ آیۃ الکرسی تلاوت فرماتے اور دوسری رکعت میں سورۂ اخلاص۔ نیز یہ کہ حضورؑ رکوع و سجود میں **یَاحَیُّ یَا قَیُّوم بِرَحْمَتِکَ اَسْتَغِیْث** کی دعا بکثرت پڑھتے۔ [45]

یہ روایت جہاں ایک طرف حضرت میر صاحبؓ کی ابتدائے عمر میں ذوقِ عبادت کی دلیل ہے، وہاں اس بات کا بھی ثبوت ہے کہ آپؓ چھوٹی عمر میں بھی کس گہری نظر سے اپنے مرشد و مطاع کے طور طریق کا مشاہدہ کرتے تھے۔

1900ء میں جب کہ حضرت میر صاحبؓ کی عمر 19 برس تھی، عیدالاضحیٰ کے موقع پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے وہ تاریخی خطبۂ عید دیا جو **''خطبۂ الہامیہ''** کہلاتا ہے۔ یہ خطبہ عربی میں تھا۔ خطبۂ الہامیہ میں ایک لفظ بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اپنا نہ تھا۔ یہ خطبہ تمام کا تمام الہامی تھا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے الفاظ نازل ہوتے جاتے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زبان سے بیان ہو جاتے۔ حضرت میر محمد اسماعیلؓ نے اپنے جذبۂ عشق و فدائیت کے تحت، چند ہی روز میں یہ پورا خطبہ زبانی حفظ کر لیا اور پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو سنایا۔ [46]

45- ماخوذ از سیرۃ المہدیؑ جلد اوّل صفحہ 295 روایت نمبر 320 مؤلفہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ

46- عبارت کتبہ مزار حضرت میر محمد اسماعیل تحریر کردہ حضرت مصلح موعودؓ

حضرت میر محمد اسماعیل صاحبؓ نے تمام عمر اپنا عہدِ بیعت کامل وفا کے ساتھ نبھایا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد آپؓ کا یہ عہدِ بیعت حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ اور پھر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر جاری رہااور آپؓ کے لحۂ وفات تک جاری رہا۔

1906ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جب صدر انجمن احمدیہ قائم کی تو آپؑ نے خود، حضرت میر محمد اسماعیل صاحبؓ کواس کاممبر مقرر فرمایا۔ روایت یہ ہے کہ حضرت اقدسؑ نے گھر آ کر حضرت اماں جان کو بتایا کہ آپؑ نے میاں محمودؓ اور میر محمد اسماعیلؓ کوانجمن کاممبر بنا دیا ہےاور وجہ یہ بیان فرمائی کہ ''تا کہ اورلوگ نقصان نہ پہنچاویں۔''[47]

یہ واقعہ اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو حضرت میر محمد اسماعیل صاحبؓ پر کس قدر اعتماد تھا۔ خلافت اولیٰ کے آخر اور خلافت ثانیہ کے آغاز پر وہ '' اورلوگ '' جن کی طرف سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کونقصان کا اندیشہ تھا، خلافتِ احمدیہ سے الگ ہوگئے۔ اس مرحلہ پرحضرت میر محمد اسماعیل صاحبؓ نے خلافت سے الگ ہونے والے حضرات کو مخاطب کر کے فرداً فرداً نام بہ نام، نصیحت آمیز نظمیں لکھیں اور اپنے قلم کو دعوتِ حق کے لئے خوب استعمال کیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ جو دو طرفہ محبت کا تعلق حضرت میر اسماعیل صاحبؓ کوتھا، اُس کا ذکرحضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ ان

47- ارشادحضرت مصلح موعودؓ بموقع مجلس شوریٰ 1922ء // خطابات شوری جلداوّل صفحہ 36 مجلس مشاورت 1922ء

الفاظ میں بیان فرماتے ہیں :

’’ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اُن سے بہت محبت تھی اور ان کے تمام کاموں میں آپؑ دلچسپی لیتے تھے۔ اِسی طرح حضرت میر صاحبؓ کا بھی ان سے عاشقانہ تعلق تھا۔‘‘ 48

پھر فرماتے ہیں :

’’ میر محمد اسماعیل صاحبؓ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ میں سے تھے اور آپؑ کے منظورِ نظر تھے۔‘‘ 49

1924ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ یورپ کے سفر پر تشریف لے جا رہے تھے تو آپؓ نے حضرت میر محمد اسماعیل صاحبؓ کو ناظر اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ مقرر فرمایا۔ حضرت میر صاحبؓ کے نام کا اعلان فرماتے ہوئے، 11 جولائی 1924ء کے خطبۂ جمعہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے آپؓ کے بارے میں اپنی رائے اور گواہی ان الفاظ میں بیان فرمائی :

’’ ان کے دل میں حضرت مسیح موعود کی محبت بلکہ عشق خاص طور پر پایا جاتا ہے۔ اس محبت کی وجہ سے روحانیت کا ایک خاص رنگ ان میں پیدا ہوگیا ہے۔ اس لئے میں سمجھتا ہوں ایسی ٹھوکر سے وہ جو دوسروں کو لگ جاتی ہیں یا لگ سکتی ہیں، خدا نے ان کو محفوظ کیا ہوا ہے۔ اور میں امید کرتا ہوں کہ اس تعلق کی وجہ سے جو برکات اُن پر نازل ہوتی ہیں اُن کے باعث جماعت کے لئے بہت مفید

48- عبارت کتبہ مزار حضرت میر محمد اسماعیلؓ تحریر کردہ حضرت مصلح موعودؓ 49- عبارت کتبہ مزار حضرت میر محمد اسماعیلؓ تحریر کردہ حضرت مصلح موعودؓ

ثابت ہوں گے۔'' 50

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کا حضرت میر محمد اسماعیل رضی اللہ عنہ کو اپنی غیر موجودگی میں ناظر اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ مقرر فرمانا اور پھر یہ تاریخی الفاظ اس موقع پر ارشاد فرمانے، گویا اس بات کا ثبوت ہے کہ حضورؓ کو حضرت میر صاحبؓ پر کامل اعتماد تھا۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جو عاشقانہ تعلق حضرت میر صاحبؓ کو تھا وہ نظم اور نثر دونوں میں آپؓ کے اندازِ بیان سے ظاہر ہو جاتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے حوالے سے حضرت میر صاحبؓ اپنی ایک نظم بعنوان '' ہمارا آقا '' میں فرماتے ہیں :

روحانیت کا آفتاب دنیا میں چمکا بے حجاب
وہ حسن جس کے سامنے سارے حسیں تھے آب آب
آئی اجل اتنی شتاب گویا کہ اک دیکھا تھا خواب
ہم کو بھلا تھی کیا خبر ہیں وہ کھڑے پا در رکاب
بےفکریوں میں ہم رہے حَتّٰی تَوَارَتْ بِالْحِجَاب [بخارِ دل]

پھر ایک اور نظم میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مزارِ مبارک کے حوالے سے ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

50- خطبہ جمعہ حضرت مصلح موعودؓ 11 جولائی 1924ء بمقام قادیان

جاں فدا کر دوں مزارِ یار پر

گوہرِ شب تابِ کانِ قادیاں

یعنی وہ جو چودہویں کا چاند تھے

مہدئ آخر زمانِ قادیاں [بخارِدل]

حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے محبت کا یہی تقاضہ ہے کہ حضورؑ کے مقاصد سے محبت ہو۔ جس کو بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے سچی محبت ہوگی اسے لازماً آپؑ کی جماعت کی وحدت اور ترقی بھی عزیز ہوگی۔ اور وہ اِس وحدت کو قائم رکھنے کے لئے اور ترقی کو جاری رکھنے کی خاطر ہر ممکنہ کوشش بھی کرے گا۔ 1914ء میں خلافتِ ثانیہ کے انتخاب کے موقع پر بعض افرادِ جماعت خلافتِ احمدیہ سے علیحدہ ہوگئے اور لاہور جا کر انہوں نے اپنی ایک علیحدہ انجمن قائم کر لی۔ اِن حضرات کو مخاطب کر کے حضرت میر صاحبؓ فرماتے ہیں :

منکرانِ خلافتِ محمودؓ

کر رہے ہو مخالفت بے سود

کیوں اطاعت سے پھیرتے ہو سر

کیا نہیں یاد آدمِ مسجود

ہر خلیفہ خدا بناتا ہے

خواہ آدمؑ ہو یا کہ ہو داؤدؑ

ہو وہ بوبکرؓ یا کہ نورالدینؓ
یا ہو فخرِ رُسل مِرا محمودؓ

اتحادِ جماعتِ احمدؑ
بس یہی ہے غَرَض یہی مقصود [بخارِدل]

یوں جماعت کے اتحاد کی خاطر حضرت میر صاحبؓ نے بہت مؤثر انداز اور سادہ الفاظ میں منکرین خلافت کا مقابلہ بھی کیا اور انہیں مدلّل نصیحت بھی کی ۔

حضرت ختمِ رُسُل صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے، بروزِ ختمِ رُسُل یعنی امام مہدی علیہ السلام کے لیے، اور امام مہدیؑ کے قائم کردہ سلسلہ یعنی سلسلۂ احمدیہ کے لئے حضرت میر محمد اسماعیل صاحبؓ ان الفاظ میں اللہ تعالیٰ کے حضور دعا گو ہوتے ہیں :

حضورِ ختمِ رُسُلؐ کا جلال بالا ہو
بروزِؑ ختمِ رسلؐ کے جمال میں برکت

بڑھے اور ایسی بڑھے شان احمدیت کی
کہ بے نظیر ہو جاہ و جلال میں برکت

لقائے حضرتِ باری ہو زندگی کی مراد
ہماری موت میں لذت وصال میں برکت

جبیں پہ ثبت نقوشِ امامِ مہدیؑ ہوں
زبان پاک ہو اور چال ڈھال میں برکت

الٰہی شجرۂ احمدؑ بڑھے، پھلے پھولے
ہو پتے پتے میں اور ڈال ڈال میں برکت [بخاردل]

بخارِ دل

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ ایک بلند پایہ صاحبِ طرز صوفی شاعر تھے۔ شعر گوئی کا مادہ موروثی طور پر آپؓ میں آپؓ کے آباؤ اجداد سے آیا تھا۔ آپؓ کا کلام تصوف سے رنگین ہے۔ محبتِ الٰہی میں ڈوب کر کہے گئے آپؓ کے اشعار صوفیانہ بھی ہیں اور ناصحانہ بھی۔ کہیں غزل گوئی کا رنگ غالب دکھائی دیتا ہے اور کہیں اصلاح کا۔ ایک خوبی جو بہرصورت آپؓ کے ہر شعر بلکہ ہر مصرعے میں نظر آتی ہے وہ یہ ہے کہ آپؓ کی شاعری بناوٹ اور تصنّع سے بالکل پاک کلام ہے۔ ایک پاکیزہ دل کے بخارات ہیں جو شعری صورت میں قلم بند کر دیے گئے ہیں۔ آپؓ کا کلام عام اہلِ ادب کے تکلفات سے بہت بالا ہے۔ شاعری میں آپؓ کا کوئی استاد نہیں۔ آپؓ تخلص کا استعمال نہیں فرماتے تھے۔ ابتداءً جب شعر کہنے شروع کئے تو ''آشنا'' کو تخلص کے طور پر استعمال کیا لیکن جلد ہی ترک کر دیا۔ غرضیکہ آپؓ کی شاعری دنیاوی اُسلوب سے پاک تھی۔

حضرت میر صاحبؓ کی پہلی نظم جو 1903ء کی ہے، اس کے چار اشعار نمونہ کے طور پر پیش ہیں۔ تب آپ کی عمر 22 برس تھی۔

کیا فائدہ علاج کا بعد از فنا مجھے

اے کاش دردِ دل کی ملے اب دوا مجھے

اہلِ جفا کے ظلم سے اتنا ہوا ہوں تنگ

دوزخ کا اس جہان پر دھوکہ ہوا مجھے

عصیاں کی مئے کو پی کے ہوئی کیا نہ بےخودی

بھولا ہے کہہ کے یار سے قولِ بلیٰ مجھے

ہے تجھ سے آشنا کی الٰہی دعا یہی

جو رہ تجھے پسند ہے، اس پر چلا مجھے

آپؒ کے شعری مجموعے کا نام آپؒ نے خود ''**بخارِدل**'' رکھا ہے۔ اور وجہ تسمیہ بھی خود ہی شعری صورت میں یوں بیان فرمائی ہے :

بخارِ دل رکھا ہے نام اِس کا

کہ آتش دانِ دل کا یہ دھواں ہے

کسی کے عشق نے جب پھونک ڈالا

تو نکلی منہ سے یہ آہ و فغاں ہے

لگاتی آگ ہے لوگوں کے دل میں

ہماری نظم بھی آتش فشاں ہے

الصفہ قادیان
20-11-43

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔

عزیز محترم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ۔ آپکا ایک کارڈ
۲۰ اکتوبر کا لکھا ہوا مجھے ۲ سوالوں پر مشتمل ملا تھا ۔
دوسرے سوال کا جواب میں نے الفضل کو شائع کرنے کو
دیدیا تھا اور پہلے سوال کے متعلق جو حالات قادیان
میں حضرت مسیح موعودؑ کو مسلم تھے وہ انہوں نے (زیادہ تر الحکم بدر)
میں لکھدئے تھے اور جو میرے علم میں واقعہ رہ گئے تھے وہ میں
نے اب الفضل میں لکھدئے ہیں ۔ اس کے بعد
میں منتظر رہا کہ ہر دو جگہ کے حالات پڑھکر
آپ وہ اعتراض جو آپکو یا مخالفین کو
پیدا ہوتے ہیں لکھیں گے ۔ مگر ابھی تک آپ نے
مجھے انکے متعلق کوئی اطلاع نہیں دی ۔ اگر ضرورت
نہیں رہی تو خیر ورنہ آپ اپنے اعتراض لکھیں ۔

[illegible] ۔ والسلام خاکسار محمد اسمٰعیل

حضرت میر محمد اسماعیلؓ کی ایک تحریر کا عکس

کہیں حکمت کے موتی ہیں بکھیرے

کہیں عشق و محبت کا بیاں ہے

بخارِ دل کے **انتساب** کے عنوان کے تحت آپؒ اپنے خدا، اپنے آقا، اپنے کرم فرما اور اپنے ملجا کو مخاطب کر کے کہتے ہیں :

اے کہ تو ہے مُنعِمِ آلائے من

میں تیرا بندہ ہوں اے آقائے من

شعر خوش کرنے کو کہتا ہوں ترے

مہرباں ہو تا کرم فرمائے من

ہوں یہ میرے باقیاتُ الصالحات

اے پناہ و مامن و ملجائے من

آپؒ کا یہ مصرعہ کہ '' **شعر خوش کرنے کو کہتا ہوں ترے** '' بتاتا ہے کہ آپؒ کی شاعری کی اصل غرض کیا تھی ۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ آپؒ کی تمنا اور دعا کے مطابق آپؒ کے اشعار واقعی آپؒ کے لئے '' باقیات الصالحات '' ہیں۔ آپؒ کا پاک کلام خدا کے فضل سے باقی بھی ہے اور صالح بھی ۔

حضرت میر محمد اسماعیلؓ نے عشقِ حقیقی کے مضمون پر جو کچھ بھی کہا ہے اس میں عشقِ مجازی کے استعارے بافراغت استعمال کئے ہیں ۔ مقصد یہی ہے کہ دل کی واردات اور دل کی کیفیت سہولت سے بیان بھی ہو جائے اور سہولت سے سمجھی بھی جا

سکے۔ اصل میں روحانی دنیا کی باتیں بہت لطیف ہوتی ہیں۔ نہ تو روحانی امور کا بیان آسان ہوتا ہے اور نہ ان کو سمجھنا۔ ان کے مقابل پر مجازی دنیا کی اصطلاحوں کا استعمال بھی آسان ہوتا ہے اور ان کو سمجھنا بھی۔ اسی وجہ سے اہلِ تصوف نے مجازی اصطلاحات کا سہارا لیا ہے۔ ایسے الفاظ جیسے جلوہ، زلف، رُخ، بام، نگاہ، رقیب اور کوچہ، گویا چند مثالیں ہیں اُن اصطلاحات کی جن کا استعمال حضرت میر صاحبؒ نے عشقِ حقیقی کے حوالہ سے کیا ہے۔ چند اشعار صرف نمونے کے طور پر پیش ہیں :

یادِ ایّام کہ تم جلوہ دکھا دیتے تھے

پردۂ زلفِ دو تا رخ سے ہٹا دیتے تھے

آپ آ جاتے تھے یا ہم کو بلا لیتے تھے

یا لبِ بام ہی دیدار کرا دیتے تھے

ہاتھ خالی نہ پھرے در سے کبھی آپ کے ہم

رَبَّنا رَبَّنا کہہ کر جو صدا دیتے تھے

دیکھ کر ترچھی نگاہوں سے میری حالتِ زار

حوصلہ ہم سے غریبوں کا بڑھا دیتے تھے

تلخی و آہ و بکا، سوزشِ دل، دردِ نہاں

خوب بیمارِ محبت کو دوا دیتے تھے

دوست تو دوست رقیبوں کو رُلاتے تھے ہم

اِک قیامت ترے کوچے میں مچا دیتے تھے

یہ اشعار نمونے کے طور پر بخارِ دل کی ایک طویل نظم سے لئے گئے ہیں۔ اتفاق سے اس نظم کا عنوان بھی '' بخارِ دل '' ہی ہے۔ اب مثال کے طور پر مندرجہ بالا چند اشعار میں سے جو آخری شعر ہے، اس میں لفظ '' رقیب'' کو ہی لے لیجئے۔ جب ایک محبوب کے ایک سے زائد عاشق ہوں تو وہ باہم رقیب کہلاتے ہیں۔ عشق مجازی کی دنیا میں لفظ '' رقیب '' کے ساتھ ناپسندیدگی بھی شامل ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے شعراء نے رقیب کو '' رقیبِ رُو سیاہ '' کہا ہے۔ لیکن عشقِ حقیقی کے عالم میں اس لفظ کی تعریف اور مطلب یکسر بدل جاتا ہے۔ حضرت میر صاحبؓ جب لفظ ''رقیب '' استعمال فرماتے ہیں تو یہ ایک پیار بھرا کلمہ ہے جو آپؓ اپنے قریب ترین اور عزیز ترین احباب یعنی صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لئے استعمال فرماتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تمام صحابہ کی محبتوں کا ایک ہی حقیقی مرکز تھا اور وہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی ذات تھی۔ وہ سب کے سب خدائے واحد ولاشریک کے عاشق تھے۔اور محبت کی لُغت کے اعتبار سے، آپس میں ایک دوسرے کے رقیب تھے۔ پس جب کہ عام اہلِ ادب کے ہاں لفظ '' رقیب ''

حضرت میر محمد اسماعیلؓ کے دستخط کا عکس

بمعنی عدُو کے استعمال ہوتا ہے، حضرت میر صاحبؓ کے ہاں لفظ ''رقیب ''
بمعنی حبیب استعمال ہوتا ہے۔ لہٰذا جب آپؓ یہ فرماتے ہیں :

دوست تو دوست رقیبوں کو رُلاتے تھے ہم
اک قیامت ترے کوچہ میں مچا دیتے تھے

تو دراصل آپؓ خدا کے حضور اپنی ایسی دعاؤں کا ذکر کر رہے ہیں جن کا سوز و گداز دیگر اصحاب کو بھی رُلا دینے کا سبب بن جاتا۔ حضرت میر صاحبؓ کے کلام سے پوری طرح لطف اندوز ہونے کیلئے آپؓ کے اس طرزِ بیان سے واقفیت اور اس کو پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے۔

بات چل رہی تھی مثال کے طور پر لفظ '' رقیب '' کے استعمال کی۔
حضرت میر صاحبؓ ایک اور شعر میں فرماتے ہیں:

رقیبوں کی نہ ہو محفل تو جی اپنا نہیں لگتا
کہ جو تیرا نہ ہو جاناں وہ میرا ہو نہیں سکتا

اس شعر میں بھی یہی مضمون بیان ہے کہ اصحابِ احمدؑ کی محفل کے بغیر آپؓ کا دل نہیں لگتا تھا۔ اور اس کی وجہ یہی تھی کہ خدا والے خدا والوں کے ہی ہم نشین ہوتے ہیں۔ لیکن حضرت میر صاحبؓ نے اس سادہ سے مضمون کو بیان کرتے ہوئے لفظ '' رقیب '' کو استعمال کر کے اس میں ایک نیا اور شوخ رنگ بھر دیا ہے۔

بعض اور مثالیں بھی ہیں کہ جہاں عشقِ حقیقی سے تعلق رکھنے والے مضامین کا بیان حضرت میر صاحبؒ نے عشقِ مجازی کی اصطلاحات کے ذریعہ کیا ہے۔ مثلاً اپنے محبوبِ ازلی کو اس انداز میں مخاطب کرتے ہیں :

تم آئے اور گلے ملنے سے کترائے تو کیا آئے
ہم آئیں اور تمہارا دل نہ گرمائے تو کیا آئے

حضرت میر صاحبؒ کا مخصوص رنگِ تصوف ظاہر کرنے والی آپؒ کی ایک اور خوبصورت نظم کے چند اشعار بھی ملاحظہ ہوں :

طالب ہیں مجھ سے بڑھ کے وہ میرے وصال کے
شیدا میں اُن کے قال کا وہ میرے حال کے
شوقِ دعا و ذوقِ رضا جمع کر کہ یاں
ملتا ہے کچھ سوال پہ، کچھ بے سوال کے
اے شاہِ حسن تم پہ نہیں کیا زکوٰۃِ حسن
یا لطف آ رہا ہے فقیروں کو ٹال کے
بس اتنی التجا تھی کہ تم بخش دو مجھے
دامانِ مغفرت کو معاصی پہ ڈال کے

حضرت میر صاحبؒ کے کلام میں بسا اوقات انتہائی عاجزی اور انتہائی ناز، کی بظاہر متضاد کیفیات ساتھ ساتھ ملتی ہیں۔ مثلاً ایک شعر میں آپؒ فرماتے ہیں :

ناخلَف وہ ہوں کہ اسلاف کو بدنام کیا

ورنہ ذلّت یہ کہاں زمرۂ سادات کہاں

دوسری جگہ ایک اور شعر میں فرماتے ہیں :

رِندی کی اپنے منہ سے اُٹھا دوں اگر نقاب

ابدال آئیں کھولنے تسمے نعال کے

ایک سطحی مطالعہ کرنے والے یا سرسری نظر سے پڑھنے والے کو ان اشعار سے ٹھوکر بھی لگ سکتی ہے۔ اور غلط فہمی لاحق ہوسکتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ نہ پہلے شعر میں کوئی بناوٹ ہے اور نہ دوسرے شعر میں کوئی غرور۔ اور نہ ان دونوں شعروں میں کوئی باہمی تضاد ہے۔ دراصل پہلا شعر اُس عاجزی کا مضمون بیان کرتا ہے جو ہر سچے متقی کے مزاج میں ہوتی ہے۔ دوسرے شعر میں وہ ناز و انداز ہے جو ہر سچے عاشق میں ہوتا ہے۔ حضرت میر صاحبؒ کا تقویٰ بھی سچا تھا اور عشق بھی۔

حضرت میر صاحبؒ کی طبیعت کا مزاح بھی جگہ جگہ آپؒ کے کلام میں جھلکتا ہے۔ آپؒ کے مزاح میں بھونڈا پن نہیں بلکہ ایک ایسا لطیف مزاح ہے جو لطیف ہونے کے ساتھ بے ساختہ بھی ہے۔ اور باتوں باتوں میں بڑی معرفت کی باتیں بھی کہہ جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر ایک ہی نظم کے دو شعر ہیں :

نہیں ہے بے سبب بے رونقی مسجد کی مولانا

تمہارے ہاں کے فتوے سن کے جو جائے تو کیا آئے

مسیحِ ناصری کی آمدِ ثانی پہ کیا جھگڑا
جو اپنی عمر پوری کرکے مر جائے تو کیا آئے

شاعری کے حوالے سے حضرت میر صاحبؓ کی ایک بڑی خدمت دین یہ بھی ہے کہ آپؓ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیان فرمودہ حکمت و معرفت کی باتوں کو بہت سلیس زبان میں، ہلکے پھلکے اشعار کی صورت میں بیان کیا ہے۔ ایسے اشعار چونکہ آسانی سے یاد رہ جاتے ہیں، اس لئے ان کے ذریعہ معرفت کی وہ دقیق باتیں بھی یاد رہ جاتی ہیں جو ان میں بیان ہوئی ہیں۔مثلاً حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ نکتہ بیان فرمایا ہے کہ تین قسم کے خواب ہوتے ہیں۔ رحمانی، شیطانی اورنفسانی۔ رحمانی خواب سچے ہوتے ہیں، شیطانی خواب جھوٹے ہوتے ہیں اور نفسانی خواب نفسانی خواہش کے مطابق ہوتے ہیں۔ اس نکتہ کو حضرت میر صاحبؓ ایک رباعی کی صورت میں میں یوں بیان فرماتے ہیں :

بہت سچے ہوتے ہیں نیکوں کے خواب
پراگندہ بے معنی جھوٹوں کے خواب
مگر شدتِ خواہشِ نفس ہو
تو آتے ہیں بلی کو چھچھڑوں کے خواب

حضرت میر محمد اسماعیل صاحب رضی اللہ عنہ نے اس جہانِ فانی سے اپنی رخصتی کے پیشِ نظر، اپنے اہل خانہ کے نام ایک منظوم وصیت نامہ تحریر فرمایا۔ یہ ایک خوبصورت اور دلگداز نظم ہے، جس کا عنوان ہے ’’ خدا داری چہ غم داری ‘‘

اس کے 22 بند ہیں۔ نمونے کے طور پر دو بند پیش ہیں :

نہ رونا میرے مرنے پر نہ کرنا آہ اور زاری
نہ ہونا صبر سے عاری میری بیگم میری پیاری
جدائی عارضی ہے یہ ملیں گے اب تو جنت میں
جدائی پھر نہیں ہوگی نہ ٹوٹے گی کبھی یاری
خدا سے لَو لگی رکھنا کہ جس پر مہرباں وہ ہو
اُسے کہتا ہے ’’ خوش ہو جا، خداداری چہ غم داری ‘‘

تڑپتی روح ہے میری کہ جلدی ہو نصیب اپنے
ملاقاتِ شہِ خوباں، لقائے حضرتِ باری
کھنچا جاتا ہے میرا دل بسوئے کوچۂ جاناں
سرودِ عاشقاں سُن کر بھڑک اُٹھی ہے چنگاری
یہ نغمہ ہے بزرگوں کا ’’ خدا دارم چہ غم دارم ‘‘
فرشتے بھی یہ گاتے ہیں ’’ خداداری چہ غم داری ‘‘

یہ ایک طویل نظم ہے جو نہایت حسین نصائح پر مشتمل ایک وصیت نامہ ہے۔ حضرت میر صاحب کا اندازِ نصیحت، حیات الآخرہ پر آپؓ کا کامل یقین اور اپنے ربّ سے ملاقات کیلئے آپؓ کا اشتیاق، اس نظم میں خوب واضح نظر آتے ہیں۔

حضرت میر صاحبؓ کی ایک حمدیہ نظم کے چند اشعار بھی پیش ہیں۔ یہ اشعار آپؓ کے عشق و عرفان کا بہترین نمونہ ہیں :

میرا محبوب ہے وہ جانِ جہانِ عُشّاق
اُس سے جو دور رہا، قالبِ بے جاں ہے وہی

عالمِ کون و مکاں نُور سے اُس کے روشن
نغمۂ ساز وہی، بُوئے گلستاں ہے وہی

دل جو انساں کو دیا، دردِ محبت دل کو
قبلۂ دل ہے وہی، درد کا درماں ہے وہی

لاکھ خوشیاں ہوں مگر خاک ہیں بے وصلِ نگار
قرب حاصل ہے جسے خرم و شاداں ہے وہی

حُبِّ دنیا بھی نہ ہو، خواہشِ عُقبیٰ بھی نہ ہو
جُز خدا کچھ بھی نہ ہو، طالبِ جاناں ہے وہی

اِس حمد کے آخری شعر میں حضرت میر صاحبؓ خدا تعالیٰ کے سچے طالب، جسے آپؓ '' طالبِ جاناں '' کہتے ہیں، کا نقشہ خوب بیان فرماتے ہیں۔ یہ شعر اس نظم کا مقطعہ ہونے کے علاوہ، اِس نظم کی معراج بھی ہے اور خالص توحید کی نہایت خوبصورت تفسیر بھی ہے۔

حضرت میر محمد اسماعیل صاحبؓ کے مجموعۂ کلام **بخارِ دل** کی بے ساختگی بتاتی

ہے کہ وہ واقعی بخارِ دل ہے۔ ایک پاک اور سچے دل کے بخارات ہیں جو اشعار کی صورت میں ڈھل گئے ہیں۔ اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ یہ اشعار اپنے پڑھنے والے کے دل پر ایک پاک اثر مرتب کرتے ہیں۔

صرف نظم ہی نہیں، حضرت میر صاحبؓ کی نثر بھی اپنی تمام ادبی اور تاثیراتی خوبیوں کی حامل ہے۔ آپؓ کی شاعری کی طرح، آپؓ کے مضامین بھی اپنے اس حسین انداز کی وجہ سے بلا شبہ ''بخارِ دل'' کہلانے کے لائق ہیں۔ آپؓ کی نثر خود بولتی ہے کہ یہ کسی صاحبِ دل کی تحریر ہے۔ آپؓ کی نثر میں بھی وہی بے ساختگی ہے جو آپؓ کی نظم میں ہے۔ آپؓ نے **مقطّعاتِ قرآنی** جیسے دقیق اور پُر معارف مضمون سے لے کر صفائی ستھرائی جیسے عام فہم موضوعات پر قلم اُٹھایا ہے۔ آپؓ کے مضامین تبلیغی بھی ہیں اور تربیتی بھی۔ نثر میں آپؓ کی سوچ بالکل واضح، زبان بہت سادہ اور جملے بالعموم مختصر ہوتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اقتداء میں حضرت میر محمد اسماعیل صاحب رضی اللہ عنہ نے **جہاد بالقلم** میں بھر پور حصہ لیا اور دین کے فروغ کے لئے نظم و نثر کا ایک حسین ورثہ ہمارے لئے چھوڑا ہے۔

شمائل وخصائل

حضرت میر محمد اسماعیل رضی اللہ عنہ ایک بہت وجیہہ انسان تھے۔ آپؓ کا چہرہ کشادہ اور بہت نورانی تھا۔ رنگت سفیدی مائل گندمی تھی۔ جسم بھرا ہوا اور قد درمیانہ تھا۔ کشادہ اور شفاف پیشانی تھی۔ آپؓ کی چال بہت باوقار اور گفتار نرم تھی۔ حضرت میر صاحبؓ کے ایک دیرینہ دوست جو حضرت میر صاحبؓ کو اپنا استاد قرار دیتے ہیں، محترم شیخ محمد اسماعیل پانی پتی صاحب تھے۔ محترم شیخ صاحب جنہوں نے حضرت میر صاحبؓ کے شمائل وخصائل کا بغور مشاہدہ کیا تھا، آپؓ بارے میں فرماتے ہیں :

> ''اُن کی صورت فرشتوں جیسی اور ان کی سیرت ولیوں جیسی تھی۔ وہ نہایت ہنس مکھ، نہایت ملنسار، نہایت خوش گفتار، نہایت بذلہ سنج اور نہایت خوش اخلاق انسان تھے۔ جو شخص ایک مرتبہ ان سے مل لیتا تھا وہ ہمیشہ کے لئے ان کا گرویدہ ہو جاتا تھا۔'' 51

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعودؓ نے جو عبارت حضرت میر صاحبؓ کے کتبہ کی تحریر فرمائی اس میں فرماتے ہیں :

51- بخارِ دل طبع 1970ء لاہور صفحہ 7 مضمون شیخ محمد اسماعیل پانی پتی صاحب

حضرت میر محمد اسماعیل رضی اللہ عنہ

'' حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اُن سے بہت محبت تھی اور ان کے تمام کاموں میں آپؑ دلچسپی لیتے تھے۔ اسی طرح حضرت میر صاحبؓ کا بھی آپؑ کے ساتھ عاشقانہ تعلق تھا۔ بھائیوں میں سے حضرت اُمّ المؤمنینؓ کو میر محمد اسماعیل صاحبؓ سے زیادہ محبت تھی۔ نہایت ذہین اور زکی تھے۔۔۔۔۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ میں سے تھے اور آپؑ کے منظورِ نظر تھے۔'' 52

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ فرماتی ہیں کہ :

'' حضرت میر محمد اسحاق صاحبؓ سے حضرت سیدہ [یعنی حضرت اماں جانؓ] کو اگر بیٹوں کی طرح پیار تھا تو ابا جان پر انہیں بہت ناز تھا۔ '' 53

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ کی یہ بھی گواہی ہے کہ اگر حضرت اماں جانؓ کسی چیز کی تعریف فرماتیں تو حضرت میر اسماعیل صاحبؓ اُسے فوراً حضرت اماں جانؓ کو تحفۃً پیش کر دیتے۔ حضرت اماں جانؓ آپؓ کو روکتی رہ جاتی، لیکن آپؓ اصرار کر کے وہ تحفہ ساتھ کر دیتے۔ حضرت میر صاحبؓ حضرت اماں جانؓ کو '' آپا '' کہتے تھے اور حضرت اماں جانؓ انہیں اہلِ دہلی کے محاورے کے مطابق '' میاں '' کہہ کر مخاطب فرماتیں۔

52- عبارت کتبہ مزار حضرت میر اسماعیلؓ تحریر کردہ حضرت مصلح موعودؓ 53- دو بھائی مؤلفہ مولانا غلام باری سیف صاحب صفحہ 45-46

حضرت سیدہ مریم صدیقہ صاحبہ اپنے والدِ گرامی کے بارے میں فرماتی ہیں :

''بچوں سے پیار بھی تھا۔ لیکن کڑی نظر رکھتے تھے۔ میں نے پانچویں تک گھر میں پڑھا۔ آج تک آپؓ کے پڑھانے کا دلنشین انداز یاد ہے۔ مجھے پڑھانے کے بعد فرماتے اب اپنے چھوٹے بہن بھائیوں کو پڑھاؤ۔ میں سب سے بڑی تھی۔ فرمایا کرتے تھے بڑے بچے کی تربیت پر زور دو۔ اس کا اثر چھوٹوں پر بھی پڑے گا۔۔۔۔۔ زبان اور تلفظ کا اتنا خیال تھا کہ ایک بار میں نے لفظ غلَط کو غلُط کہہ دیا، ابا جان ناشتہ فرما رہے تھے، مجھے بلایا، اپنے پاس کھڑا کر لیا اور فرمایا کہو غلَط غلَط اور اسی طرح کہتی رہو۔ جب ناشتہ فرما چکے تو مجھے رخصت دی۔'' 54

حضرت میر صاحبؓ کی صاحبزادی، سیّدہ امۃ اللہ بیگم صاحبہ (بیگم پیر صلاح الدین صاحب) بیان☆ کرتی ہیں کہ حضرت میر صاحبؓ کی ایک ذاتی کار تھی جو آپؓ خود چلاتے تھے۔ اس سے پہلے حضرت میر صاحبؓ نے بڑے شوق سے اپنے ایک ہندو دوست سے ڈرائیونگ سیکھی تھی۔ حضرت میر صاحبؓ نے وہ گاڑی حضرت اُمّ المؤمنینؓ کو تحفہ میں دے دی۔ حضرت اماں جانؓ نے کچھ عرصہ وہ گاڑی اپنے استعمال میں رکھی اور پھر جماعت کو دے دی۔

ہر عید الفطر پر حضرت میر صاحبؓ کی طرف سے حضرت اماں جانؓ کے لئے

54- دو بھائی مؤلفہ مولانا غلام باری سیف صاحب صفحہ 46-47 ☆ زبانی روایت (انٹرویو سیدہ امۃ اللہ بیگم صاحبہ ہمراہ مصنف)

ناشتہ اور عیدی آیا کرتی تھی۔ اور حضرت اماں جانؓ عید کے روز وہی ناشتہ تناول فرماتیں۔

حضرت میر محمد اسحاقؓ، حضرت میر محمد اسماعیلؓ کو بہت محبوب تھے۔ حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ فرماتی ہیں:

''میں نے خود دیکھا کہ چچا ابا (حضرت میر اسحاقؓ) بیمار ہوتے تو ابا جان (حضرت میر اسماعیلؓ) اُن کے پاؤں سہلا رہے ہیں۔ آخری بیماری میں ابا جان میر صاحبؓ کے کمرے میں جاتے اور سخت بے چین ہو کر باہر آتے، دعائیں کرتے اور فرماتے ڈاکٹر اب ان کو کیوں ٹیکے پر ٹیکہ لگا رہے ہیں۔ یہ ٹیکے میرے دل پر لگتے ہیں۔'' 55

حضرت میر صاحبؓ کی دو بیگمات تھیں۔ آپؓ کی پہلی بیگم حضرت شوکت سلطان صاحبہ تھیں، اور دوسری بیگم حضرت امۃ اللطیف صاحبہ تھیں۔ آپؓ کی تمام اولاد آپؓ کی دوسری بیگم سے تھی۔ یہ حضرت میر صاحبؓ کی تربیت کا اثر تھا کہ دونوں بیویوں میں کبھی ساری عمر کوئی ناچاقی نہیں ہوئی۔ بلکہ دونوں کے درمیان حقیقی بہنوں سے بڑھ کر محبت اور تعاون کا تعلق تھا۔ حضرت میر صاحبؓ نے جو دونوں بیگمات کے درمیان عدل اور میزان قائم فرمایا تھا، وہ آپؓ کی اپنی شخصیت کے میزان کا آئینہ دار ہے۔ آپؓ کے بچے اپنی بڑی والدہ کو ''اچھی اماں'' اور اپنی حقیقی والدہ کو ''اماں'' کہتے۔ آپؓ کی اولاد کو بڑے

55- دو بھائی مؤلفہ مولانا غلام باری سیف صاحب صفحہ 48

ہونے کے بعد پتہ چلا کہ ان کو جنم دینے والی والدہ کون سی ہیں۔ حضرت میر صاحبؒ کی تربیت کا ایسا اثر تھا کہ آپؒ کی وفات کے بعد بھی، دونوں بیگمات اسی طرح اکٹھی رہیں اور اپنی وفات تک اکٹھی رہیں۔ بچے بھی دونوں ماؤں سے آخر تک برابر وابستہ رہے۔

حضرت میر صاحبؒ کی صاحبزادی، سیّدہ امۃ اللہ بیگم صاحبہ نے حضرت میر صاحبؒ کے بودوباش کے بارہ میں بعض دلچسپ امور بیان☆ کیئے۔ انہوں نے بتایا کہ حضرت میر صاحبؒ کے مزاج میں بہت صفائی، نفاست اور ترتیب تھی۔ آپؒ کے ذاتی کمرے میں آپؒ کی چیزیں بہت تنظیم سے رکھی ہوتی تھیں۔ ہر ایک کو آپؒ کا کمرہ صاف کرنے کی اجازت نہ ہوتی۔ آپؒ کو یہ برداشت ہی نہ تھا کہ کوئی چیز اِدھر سے اُدھر ہو جائے۔ دورانِ سروس کام پر جاتے ہوئے مغربی طرز کا لباس یعنی پتلون کوٹ اور ٹائی پہنتے۔ گھر میں سفید لٹھے کا پاجامہ اور کرتہ پہنتے تھے۔ آپؒ قراقولی ٹوپی بھی پہنتے تھے، جسے ہم آج کل جناح کیپ کہتے ہیں اور لنگی کے کپڑے کی پگڑی بھی باندھی ہے۔ چلتے پھرتے چھڑی استعمال کرتے تھے۔ سیّدہ امۃ اللہ بیگم صاحبہ کی شادی کے بعد، ایک مرتبہ حضرت میر صاحبؒ نے انہیں نصیحت فرمائی کہ :

’’ اپنا دستر خوان وسیع رکھنا۔ مذہب وملت کی تفریق نہ کرنا۔
میرے گھر میں بارہا ہندو اور عیسائی مہمان کھانے پر آئے ہیں۔‘‘

آپؒ کو شوربہ میں روٹی چور کر کھانا بہت پسند تھا۔ لیکن دوسری طرف چمچہ،

☆ زبانی روایت (انٹرویو سیدہ امۃ اللہ بیگم صاحبہ ہمراہ مصنف)

کانٹا اور چھری کا استعمال بھی فرما لیتے تھے۔ آپؓ نے خود اپنی بیگمات اور بڑی بیٹیوں کو کھانے کی میز مغربی آداب کے مطابق لگانی سکھائی۔

حضرت میر محمد اسماعیل صاحب رضی اللہ عنہ کے بڑے صاحبزادے، سید محمد احمد صاحب نے اپنے والد کی شخصیت کے نمایاں ترین پہلوؤں کو بیان کرتے ہوئے فرمایا☆ کہ حضرت میر صاحبؓ اعلیٰ بلکہ اعلیٰ ترین integrity کے مالک تھے۔ خواہ مالی امور ہوں، یا اختیارات کا استعمال، یا پھر سرکاری مراعات سے استفادہ ہو، حضرت میر صاحبؓ کا کردار اس قدر بلندی پر دکھائی دیتا ہے کہ حیران کن ہے۔ آپؓ کی دیانت عام قانون پسندی سے بہت بالا تھی۔ روزمرہ کے معاملات میں بھی، آپؓ کے پیشِ نظر تقویٰ کی وہ باریک ترین راہیں ہوتیں، جو اکثر نظروں کو دکھائی بھی نہیں دیتیں۔

سیّد محمد احمد صاحب نے ایک دلچسپ واقعہ اس ضمن میں بیان کیا۔ ایک مرتبہ انگریز حکومت نے قادیان سے لاہور تک کا ریل گاڑی کا ٹکٹ 15 آنے کا کر دیا۔ ساتھ ہی یہ فیصلہ بھی ہوا کہ قادیان سے بٹالہ تک کا ٹکٹ 2 آنے کا اور بٹالہ سے لاہور کا ٹکٹ 11 آنے کا ہوگا۔ چنانچہ لوگ اس سہولت سے، قانون کے دائرے میں رہتے ہوئے فائدہ اُٹھاتے اور پہلے 2 آنوں میں بٹالہ اور پھر 11 آنوں میں لاہور پہنچ جاتے۔ حضرت میر صاحبؓ یہ پسند نہ فرماتے۔ ایک وجہ تو واضح ہے کہ جب نیتِ سفر لاہور کی ہو تو ٹکٹ بھی لاہور کا ہونا چاہیئے۔ حضرت میر صاحبؓ کی یہ رائے

☆ زبانی روایت (انٹرویو سید محمد احمد صاحب ہمراہ مصنف)

تھی کہ اصل میں سہولت بٹالہ والوں کو دی گئی ہے۔ اس لئے قادیان سے جانے والوں کو اس سے فائدہ نہیں اُٹھانا چاہیئے۔ اب یہ کوئی قانونی نکتہ نہیں تھا بلکہ حضرت میر صاحبؓ کا تقویٰ تھا، جس نے اس سوچ کو جنم دیا۔ چنانچہ آپؓ 15 آنے خرچ کر کے ہی یہ سفر فرماتے۔

سیّد محمد احمد صاحب نے یہ بھی بیان کیا کہ حضرت میر صاحبؓ کی طبیعت انتہائی حیادار تھی، جس کی گواہی بعض دیگر صحابہ نے بھی دی۔

آپ نے اپنے والدِ گرامی کے شمائل کا یہ پہلو بھی بیان فرمایا کہ حضرت میر صاحبؓ میں یہ غیر معمولی صلاحیت تھی کہ شرک کے خفیف سے عنصر کو بھی بھانپ لیا کرتے تھے۔ آپ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے حضرت میر محمد اسماعیل صاحبؓ کے بارے میں فرمایا کہ :

''ماموں جان (یعنی حضرت میر اسماعیلؓ) شرک کو بہت جلد detect کر لیتے تھے۔ وہ اس معاملے میں بہت حسّاس تھے۔''

سید محمد احمد صاحب نے اپنے والد کا ذکر ایک عظیم ''ناصح'' کی حیثیت سے بھی کیا۔ آپؓ کو نصیحت کرنے کا خداداد سلیقہ حاصل تھا۔ اور حق بات کی نصیحت ضرور فرماتے۔ نصیحت کا عنصر آپؓ کے کلام میں بھی جگہ بجگہ دکھائی دیتا ہے۔ انہوں نے یہ بھی بتایا کہ بعض اصولوں پر حضرت میر صاحبؓ سختی سے قائم تھے جس وجہ سے بعض اوقات آپؓ کی طبیعت کا جلال بھی ظاہر ہو جاتا تھا۔

اپنے والد کے بارے میں آپ بیان کرتے ہیں کہ : '' اگر کسی رشتہ اور تعلق

کے لئے انہیں واقعی تڑپ تھی، تو وہ تعلق باللہ تھا۔''

حضرت میر صاحبؓ کی شخصیت کو بہت خوبصورت الفاظ میں آپ یوں پیش فرماتے ہیں :

`` He was in this world but not part of it. ``

حضرت میر صاحبؓ کی صاحبزادی، سیدہ امۃ القدوس صاحبہ (بیگم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب) نے اپنے والدین بزرگوار کی عادات وشمائل کے حوالہ سے بعض بہت دلچسپ باتیں بیان فرمائیں☆۔ اپنے بچپن کی ایک یاد کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے بتایا کہ حضرت میر صاحبؓ کی نماز تہجد آدھی رات کے بعد شروع ہوجاتی اور نماز کے دوران مسلسل آپؓ کے کمرے سے سسکیوں اور رونے کی آواز آتی۔ آپ نے یہ بھی بتایا کہ حضرت میر صاحبؓ بچوں کو فجر کی نماز کے لئے اس طرح اٹھاتے کہ نہایت خوش الحانی کے ساتھ، بلند آواز میں قرآن کریم کی تلاوت کرتے۔ بچے تلاوت قرآن کی آواز سے بیدار ہوجاتے۔ نیز بچوں کو بھی تلقین فرماتے کہ فجر کے بعد اونچی آواز میں تلاوتِ قرآن کریں۔ بچوں کی تلاوت کی صحت کی نگرانی کا طریق یہ تھا کہ جب کوئی بچہ تلاوت کر رہا ہوتا، تو حضرت میر صاحبؓ بہت دھیمے قدموں کے ساتھ ٹہلتے ہوئے قریب سے گزرتے اور اگر اس اثناء میں بچہ تلفظ کی کوئی غلطی کرتا تو وہیں اصلاح فرمادیتے۔

سیّدہ امۃ القدوس صاحبہ نے بیان فرمایا کہ حضرت میر صاحبؓ کی یہ وصیت تھی کہ آپؓ کے بعد، آپؓ کی بیٹیوں کے رشتے خلیفۂ وقت کی مرضی سے طے ہوں۔ چنانچہ آپؓ کی اس وصیت کی تعمیل میں، آپؓ کے بعد، آپؓ کی بیٹیوں کے

☆ زبانی روایت (انٹرویو سیدہ امۃ القدوس بیگم صاحبہ ہمراہ منصف)

رشتے حضرت مصلح موعودؓ نے ہی طے فرمائے۔

حضرت میر صاحبؓ کے بعض ایسے اصول بھی تھے، جن میں آپؓ کبھی بھی رعایت کا مظاہرہ نہ کرتے۔ حضرت میر صاحبؓ کی صاحبزادی، سیّدہ امۃ الرفیق صاحبہ (بیگم سیّد حضرت اللہ پاشا صاحب) بیان☆ فرماتی ہیں کہ :

"ایک مرتبہ ابا جان گھر پہنچے تو دیکھا کہ احمد حسین صاحب (حضرت میر صاحبؓ کے دیرینہ خدمتگار) روٹی کے ساتھ دال کھا رہے ہیں۔ اندر آئے اور کھانے پر بیٹھے تو اماں نے تھوڑا سا گوشت کا سالن بھی پیش کر دیا۔ ابا جان نے جب وجہ پوچھی تو اماں نے کہا کہ بس تھوڑا سا سالن تھا۔ ابا جان میز سے اُٹھ کر چلے گئے۔ اس کے بعد اماں نے ہمیشہ ملازم کو وہی کھانا دیا جو گھر والوں کیلئے ہوتا۔"

قادیان میں حضرت میر محمد اسماعیلؓ کے ہمسایہ حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ تھے۔ حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک عظیم صحابی تھے۔ مشہور مترجمِ قرآن اور عظیم عالمِ دین تھے۔ حضرت مولوی صاحبؓ حضرت میر صاحبؓ کے بارہ میں فرماتے ہیں :

"آپؓ نے ہمسائیگی کے تعلق کو جس خوبی اور عمدگی سے نباہا ہے، بندہ اس کے بیان سے اپنے آپ کو عاجز پاتا ہے۔" 56

حضرت حافظ مختار احمد صاحب شاہجہانپوریؓ صحابی حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں :

☆ زبانی روایت (انٹرویو سیدہ امۃ الرفیق پاشا صاحبہ ہمراہ منصف) 56- الفضل 22 جولائی 1947ء صفحہ 4 جلد 35 نمبر 172

’’ حضرت میر محمد اسماعیل صاحبؓ نہایت متقی اور نہایت متواضع تھے۔ مخلوقِ خدا کی دینی و دنیوی مدد کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہتے تھے۔۔۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ آپؓ کو ایک خاص قسم کا تعلق تھا۔‘‘[57]

حضرت ڈاکٹر غلام غوث صاحبؓ صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام حضرت میر اسماعیل صاحبؓ کے بارے میں فرماتے ہیں :

’’ آپؓ صحابہ [میں] سے غالباً سب سے زیادہ چندہ دینے والے تھے۔ شاید ہی سلسلے کی کوئی تحریک ہو، جس میں آپؓ نے حصہ نہ لیا ہو۔‘‘ [58]

حضرت مولانا غلام رسول راجیکی صاحبؓ صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام حضرت میر محمد اسماعیلؓ کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں :

’’ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور عبادت اور معرفت کے لحاظ سے آپؓ کے اندر عبدِ مسلم کا بہترین نمونہ پایا جاتا تھا۔۔۔ شفقت علیٰ خلق اللہ کے معنوں میں احسانات کا ایک وسیع سلسلہ تھا جس کے رو سے آپؓ کا عبدِ محسن ہونا نمایاں شان رکھتا تھا۔‘‘ [59]

سلسلہ احمدیہ کے مشہور عالم اور مبلغ حضرت مولانا جلال الدین شمس صاحب حضرت میر

57،58- الفضل 23 جولائی 1947ء صفحہ 4 جلد 35 نمبر 173 59- الفضل 6 اگست 1947ء صفحہ 3 جلد 35 نمبر 185

صاحبؓ کے بارے میں فرماتے ہیں :

’’ حضرت میر محمد اسماعیل صاحب غفر اللہ لہٗ ونوّر مرقدہٗ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک جلیل القدر صحابی تھے اور محمدؐ واحمدؑ اور محمودؓ مصلح موعود کے عاشقِ صادق تھے۔۔۔ آپؓ سلسلہ کے درخشندہ ستارہ تھے جو لوگوں کی رہنمائی کرتا اور آسمانِ احمدیت کے وسط میں نہایت آب وتاب سے چمکتا تھا۔ روحانی علوم میں آپ کو خاص دسترس حاصل تھی۔ قرآن مجید کے ساتھ عشق تھا...... آپ عالم باعمل تھے۔ تصوف میں بھی آپ کو کمال حاصل تھا۔ آپ عالم بھی تھے۔ صوفی بھی تھے۔ زاہد بھی تھے۔ نہایت شیریں مقال۔ شیریں زبان۔‘‘ 60

حضرت مولانا ابوالعطاء جالندھری صاحب فرماتے ہیں :

’’ حضرت میر محمد اسماعیل صاحبؓ خاص اولیاء اللہ میں سے تھے۔۔۔ آپؓ کی روحانیت ہم نشینوں پر اثر انداز ہوتی تھی اور ان کی مجلس میں بیٹھنے سے خاص لذت حاصل ہوتی تھی۔ حضرت میر صاحبؓ عشق الٰہی کا چلتا پھرتا مجسمہ تھے۔۔۔ انہیں ظاہری اور خشک باتوں سے دلچسپی نہ تھی۔ بہت بڑے نکتہ رس عالمِ دین تھے۔‘‘ 61

60- الفضل 24 جولائی 1947ء صفحہ 4 جلد 35 نمبر 174 61- الفضل 22 جولائی 1947ء صفحہ 5 جلد 35 نمبر 172

محترم مولانا غلام باری سیف صاحب فرماتے ہیں :

'' طالب علمی کے زمانہ میں کسی نے سوال کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ میں سے سب سے بڑے صوفی کون تھے۔ یاد نہیں ہے کیا جواب دیا تھا لیکن یہ خوب یاد ہے کہ انہوں نے پھر خود ہی فرمایا : **''حضرت میر محمد اسماعیل صاحبؓ''**۔ 62

احمدی نوجوانوں اور بچوں کے لئے یہ انتہائی ضروری ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اصحاب کی سیرت اور حالات سے واقفیت حاصل کریں۔ پاک روحوں کا یہ ایک مقدس گروہ تھا، جواب دنیا سے اُٹھ چکا ہے۔ ان کے حالات کا مطالعہ جہاں ایک طرف ہمارے ایمانوں کو تازہ کرتا ہے، وہاں دوسری طرف ہمیں یہ سوچنے پر مجبور بھی کرتا ہے کہ جس مسیح و مہدیؑ کے مریدوں کی یہ کیفیت تھی، اس کی اپنی شان کیا ہوگی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے احمدی بچوں کی ایک محفل میں حضرت میر محمد اسماعیل صاحب رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا :

'' حضرت میر محمد اسماعیلؓ حضرت اماں جان کے بھائی تھے۔ ڈاکٹر میر محمد اسماعیلؓ بہت قابل انسان تھے۔ بہت گُنوں والے تھے۔ ان کی سیرت پر تو پوری کتاب شائع ہونی چاہئے۔ لطیفہ گو بھی تھے۔ شاعر بھی تھے۔ اور بہترین سرجن اور زبردست مربی اور قرآن کا گہرا علم رکھنے والے بہت قابل انسان تھے۔'' 63

62- دو بھائی صفحہ 13 مصنفہ مولانا غلام باری سیف صاحب

63- اُردو کلاس حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ 31 جنوری 1999ء

”ہمارے پیارے“

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ بشارت پہلے ہی دے دی گئی تھی کہ اِس جہان سے اُن کی واپسی اُتنی عمر میں ہوگی کہ جتنے اعداد لفظ ” **اللہ** “ میں ہیں۔ عربی زبان کی رو سے لفظ ” **اللہ** “ کے اعداد 66 بنتے ہیں۔ ساتھ ہی یہ خوشخبری بھی پہلے سے دے دی گئی تھی کہ آپؓ کا وصال جمعہ کے دن ہوگا۔ حضرت میر صاحبؓ کی پیدائش 18 جولائی 1881ء کو ہوئی۔ آپؓ کی وفات اللہ تعالیٰ کے وعدے کے عین مطابق 18 جولائی 1947ء بروز جمعہ ہوئی، جس دن آپؓ پورے 66 برس کے ہوئے۔ یوں اس جہان میں آپؓ کا قیام ٹھیک اتنے ہی سال رہا جتنے کہ لفظ ” **اللہ** “ کے اعداد ہیں۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے بندے کے حق میں ایک غیر معمولی اظہارِ محبت تھا۔پس 18 جولائی 1947ء کو اِس فانی زندگی کے وہ تمام حجابات جو حضرت میر محمد اسماعیل صاحبؓ اور آپؓ کے محبوب ازلی کے درمیان تھے، وہ اُٹھ گئے۔اور آپؓ اپنے معشوقِ حقیقی کے حضور حاضر ہو گئے۔ **انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔**

اس روز حضرت میر صاحبؓ اپنے مرشد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس حسین مصرعے کی حسین تصویر بن گئے کہ :

آج ہم دلبر کے اور دلبر ہمارا ہو گیا

حضرت میر صاحبؓ اپنی زندگی میں اس دلی تمنا کا کئی بار ذکر کر چکے تھے کہ ان کی قبر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قرب و جوار میں ہو۔ چنانچہ آپؓ کا ایک دعائیہ مصرعہ ہے :

مل جائے ایک قبر جوارِ مسیحؑ میں

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں کہے گئے ایک قصیدہ میں حضرت میر صاحبؓ حضورؑ کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں :

ترے قدموں میں اے بدرِ منور
جگہ تھوڑی سی آ جائے میسر

حضرت میر صاحبؓ کے آخری سانسوں کے وقت حضرت مصلح موعودؓ آپؓ کے ساتھ تھے۔ آپؓ کی نماز جنازہ بھی حضرت مصلح موعودؓ نے پڑھائی اور تدفین کیلئے حضورؓ خود قبر میں اُترے اور پھر تدفین کے بعد دعا کرائی۔ حضرت میر صاحبؓ کی قبر بہشتی مقبرہ قادیان میں، آپؓ کی والدہ ماجدہ حضرت سیّد بیگمؓ کی قبر کے پہلو میں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جوار میں اور آپؑ کی قبر کے قدموں میں ہے۔ یوں اللہ تعالیٰ نے حضرت میر صاحبؓ کی دلی تمنا کو پورا فرمایا۔

حضرت میر صاحبؓ کی وفات سے فقط پانچ روز قبل کی بات ہے کہ حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی رضی اللہ عنہ جو کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک صاحبِ کرامت صحابی تھے، کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک بشارت موصول ہوئی۔ حضرت مولانا راجیکی صاحبؓ بیان فرماتے ہیں :

''مجھ پر اچانک ایک ربودگی اور غنودگی کی کیفیت طاری ہوئی۔ اس وقت مجھے ایسا معلوم ہوا کہ میرے کانوں کے بالکل قریب ہو کر کوئی کلام کرنے لگتا ہے۔ نہایت فصیح اور مؤثر لہجہ میں کلام کا طرز ہے۔ اس وقت مجھے یہی محسوس کرایا جا رہا تھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی آواز ہے چنانچہ **اللہ تعالیٰ** نے نہایت ہی حلم اور رحم کے پیرایہ میں یوں کلام فرمایا :

'' میر محمد اسماعیل **ہمارے پیارے** ہیں۔ ان کے علاج کی طرف فکر کرنے کی چنداں ضرورت نہیں۔ ہم خود ہی ان کا علاج ہیں۔'' **64**

دراصل ہر سچے عاشق کا ایک ہی مرض ہوتا ہے اور وہ محبوب کا ہجر و فراق ہے اور اس مرض کا ایک ہی علاج ہوتا ہے اور وہ محبوب خود ہوتا ہے۔حضرت میر صاحبؓ کی بھی یہی کیفیت تھی، جس کی گواہی اللہ تعالیٰ نے حضرت راجیکی صاحبؓ کے اس الہام کے ذریعے دی۔

64- الفضل 6 اگست 1947ء صفحہ 4 جلد 35 نمبر 175

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب رضی اللہ عنہ کی سیرت اور سوانح عمری حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس شعر کی تصویر ہیں :

تیرے ملنے کے لئے ہم مل گئے ہیں خاک میں

تا مگر درماں ہو کچھ اس ہجر کے آزار کا

یہ شعر جتنا آپؓ کی زندگی کے واقعات کے حوالے سے سچا ہے، اتنا ہی آپؓ کی وفات کے حالات پر صادق آتا ہے۔ **اللّٰھمَّ اغفرلہٗ وارحمہٗ و نوِّر مرقدہٗ وارفَع درجاتہٖ وادخلہٗ فی جنّۃِ النعیم۔** آمین

عیسیٰؑ ثانی یعنی مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام، اور آپؑ کے اصحاب کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خوب فرمایا تھا کہ **فَیَرغَبُ نَبِیُّ اللّٰہِ عِیسٰی وَ اَصحَابُہٗ اِلَی اللّٰہِ** ۔ 65 یعنی موعود مسیح اور اس کے اصحاب اللہ تعالیٰ کی طرف راغب ہوں گے اور راغب رہیں گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت ایک ایسے دور میں ہوئی جب کہ تمام انسانیت ہی رغبت اِلیٰ الدنیا میں غرق تھی۔ اگر انسان کو کوئی رغبت تھی، تو وہ مال کی طرف، دنیائے فانی کی طرف اور مادی خواہشات کے حصول کی طرف تھی۔ ایسے زمانے میں ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپؑ کے اصحاب کی زندگیاں مکمل طور پر **''رغبت اِلَی اللہ''** کے رنگ سے رنگین ہیں۔

65- صحیح مسلم کتاب الفتن واشراط الساعة

یہی وہ آخرین ہیں جن کا ذکر قرآن کریم کی سورۃ جمعہ میں ہے۔ یہی وہ خوش نصیب ہیں جنہوں نے صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے زمانی اور مکانی فاصلے کے باوجود، مسیح موعود علیہ السلام کی وساطت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ روحانی فیض پایا جو صحابۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو نصیب ہوا تھا۔ اور یہی وہ خوش نصیب ہیں جن کا ذکر صحیح مسلم کی حدیث میں عیسیٰ ثانیؑ کے **اصحاب**[66] کے طور پر ہوا ہے۔ پس اس میں کوئی بھی شک نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام پیشگوئیوں کی طرح، یہ پیشگوئی بھی بڑے آب و تاب سے پوری ہوئی۔ حضرت میر محمد اسماعیل رضی اللہ عنہ کی مبارک زندگی بھی، اس مبارک حدیث رسولؐ کی ایک روشن تصدیق ہے۔

اللھم صلی علی محمد و علی آل محمد وبارک وسلم

وآخر دعوٰنا ان الحمدللّٰہ رب العالمین

---

66 - صحیح مسلم کتاب الفتن واشراط الساعۃ

حضرت میر محمد اسماعیل صاحبؓ کے اہل وعیال

ازواج

حضرت میر محمد اسماعیل صاحب رضی اللہ عنہ کی دو بیگمات تھیں :

1 **حضرت شوکت سلطان صاحبہ** :(1887ء تا 1967ء) آپ حضرت میر صاحبؓ کی پھوپھی زاد بھی تھیں ۔ آپ کے والد کا نام سید بشیرالدین احمد اور والدہ کا نام رفعت النساء بیگم تھا۔ رفعت النساء بیگم صاحبہ حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ کی بہن تھیں ۔ حضرت میر صاحب سے آپؓ کا رشتہ حضرت مسیح موعودؑ اور حضرت اماں جان کی خواہش پر ہوا۔ حضرت میر صاحبؓ سے آپ کی شادی جولائی 1906ء میں ہوئی ۔ ان سے کوئی اولاد نہیں ۔

2 **حضرت امۃ اللطیف بیگم صاحبہ** : (1902ء تا 1964ء) آپ کے والد حضرت مرزا محمد شفیع صاحب دہلویؓ (محاسب صدر انجمن احمدیہ) تھے ۔ آپ کی والدہ حضرت خورشید بیگم صاحبہ تھیں ۔ یہ شادی 1917ء میں ہوئی ۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت میر صاحبؓ کو ان کے ذریعہ سات بیٹیاں اور تین بیٹے عطا فرمائے ۔

اولاد

1 **حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ** : آپ کی شادی حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ خلیفۃ المسیح الثانی (ابن حضرت اقدس مسیح موعودؑ) سے ہوئی ۔

جماعت میں ’’ چھوٹی آپا ‘‘ کے نام سے معروف ہیں۔

2 **سیّدہ امۃ اللہ بیگم صاحبہ** : آپ کی شادی پیر صلاح الدین صاحب (ابن پیر اکبر علی صاحب) سے ہوئی۔

3 **سیّدہ طیبہ صدیقہ صاحبہ** : آپ کی شادی نواب مسعود احمد خان صاحب (ابن حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ) سے ہوئی۔

4 **سیّد محمد احمد صاحب** : آپ کی شادی صاحبزادی امۃ اللطیف بیگم صاحبہ (بنت حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ) سے ہوئی۔

5 **سیّدہ امۃ القدوس صاحبہ** : آپ کی شادی صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب (ابن حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ) سے ہوئی۔

6 **سیّد سید احمد ناصر صاحب** : آپ کی شادی صاحبزادی ریحانہ باسمہ صاحبہ (بنت حضرت مرزا عزیز احمد صاحبؓ) سے ہوئی۔

7 **سیّدہ امۃ الہادی صاحبہ** : آپ کی شادی پیر ضیاء الدین صاحب (ابن پیر اکبر علی صاحب) سے ہوئی۔

8 **سیّدہ امۃ الرفیق صاحبہ** : آپ کی شادی سیّد حضرت اللہ پاشا صاحب (ابن سیّد صاحب حسینی صاحب) سے ہوئی۔

9 **سیّدہ امۃ السمیع صاحبہ** : آپ کی شادی صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب (ابن حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ) سے ہوئی۔

10 **سیّد محمد امین احمد صاحب** : آپ کی شادی صاحبزادی راشدہ مبارکہ بیگم صاحبہ (بنت نواب محمد احمد خان صاحب) سے ہوئی۔

حضرت محمد رسول اللہؐ
حضرت علیؓ
حضرت فاطمہؓ
حضرت امام حسینؓ
حضرت امام زین العابدینؒ
حضرت امام جعفر صادقؒ
حضرت امام موسیٰ کاظمؒ
حضرت سید ابراہیم المرتضیٰؒ
حضرت امام موسیٰ علی رضاؒ
حضرت سید ابوبکر الکبیرؒ
حضرت امام محمد تقیؒ
حضرت سید علاؤالدین عطارؒ
حضرت سید بہاؤالدین نقشبندؒ
حضرت خواجہ ناصر عندلیبؒ
خواجہ محمد قاسم
حضرت خواجہ میر دردؒ
خواجہ محمد عاصم
زینت النسا بیگم
میر احتشام علی
شاہ محمد نصیر رنج
میر ہاشم علی
بی نصیرہ بیگم
سیّد محمد ناصر امیر
حضرت میر ناصر نوابؓ
حضرت سیّدہ نصرت جہاں بیگمؓ
حضرت میر محمد اسماعیلؓ
حضرت میر محمد اسحاقؓ

شجرۂ آل حضرت میر ناصر نوابؓ

[دوسری نسل تک]

شجرۂ آل حضرت میر محمد اسماعیلؓ
[دوسری نسل تک]
حضرت شوکت سلطان بیگم
(زوجۂ اوّل)
حضرت میر محمد اسماعیلؓ
حضرت امۃ اللطیف بیگم
(زوجۂ ثانی)
1 سیّدہ مریم صدیقہ
حضرت مرزا محمود احمدؓ
اولاد
امۃ المتین
2 سیّدہ امۃ اللہ بیگم
پیر صلاح الدین
اولاد
پیر وحید احمد
امۃ المالک فرخ
امۃ النصیر
قرۃ العین بشریٰ
پیر مطہر احمد
امۃ البصیر شہلا
3 سیّدہ طیبہ صدیقہ
نواب مسعود احمد خان
اولاد
مودود احمد خان
نصرت جہاں
منصور احمد خان
امۃ الواسع رعنا
امۃ الناصر
4 سیّد محمد احمد
امۃ اللطیف بیگم
اولاد
سیّد ہمایوں ظفر احمد
سیّد ہارون مکرم احمد
سیّد ہاشم اکبر احمد
سیّدہ عائشہ صدیقہ
5 سیّدہ امۃ القدوس
مرزا وسیم احمد
اولاد
امۃ العلیم عصمت
امۃ الکریم کوکب
امۃ الرؤف
مرزا کلیم احمد
6 سیّد سیّد احمد ناصر
ریحانہ باسمہ
اولاد
سیّد طاہر احمد
سیّد مدثر احمد
سیّد انیس احمد
صبیحہ سلطانہ
فوزیہ فرحانہ
7 سیّدہ امۃ الہادی
پیر ضیاء الدین
اولاد
شبیر احمد
دبیر احمد پیر
امۃ القدیر طلعت
امۃ الحی لبنیٰ
8 سیّدہ امۃ الرفیق
سیّد حضرت اللہ پاشا
اولاد
سیّد حمید اللہ نصرت پاشا
سیّد خضر پاشا
سیّدہ فرحانہ پاشا
9 سیّدہ امۃ السمیع
مرزا رفیع احمد
اولاد
مرزا طیب احمد
مرزا عبدالصمد احمد
سارہ امۃ الحفیظ
حمیرا امۃ الحمید
شبرہ امۃ اللطیف
وردہ امۃ الملک
مرزا محمد احمد
10 سیّد امین احمد
راشدہ مبارکہ
اولاد
سیّد عتیق احمد
سیّد مجیب احمد
سیّدہ ماہم احمد

حضرت میر محمد اسماعیلؓ کی تصانیف

1 مقطعاتِ قرآنی

2 تحفۂ احمدیت

3 اُردو ترجمہ درثمین فارسی

4 بخارِ دل

5 آپ بیتی

6 کرنہ کر

7 اربعین اطفال

8 مذہب کی ضرورت

9 دکھ سکھ

10 جامع الاذکار

11 حفاظتِ ریش

12 تاریخ مسجد فضل لندن

ان تحریرات کے علاوہ متعدد عناوین کے تحت، حضرت میر صاحبؓ کے نثری مضامین بھی ہیں۔

حوالہ جات

1 قرآن کریم:سورۃ الجمعہ:3

2 قرآن کریم:سورۃ الجمعہ:4

3 قرآن کریم: سورۃ الجمعہ:4

4 حدیث: ”لا المھدیُّ اِلاّ عیسی“ (سنن ابن ماجہ کتاب الفتن باب شدۃ الزمان مکتبہ رحمانیہ لاہور)

5 مسند احمد بن حنبل مطبوعہ عالم الکتب بیروت 1998ء

6 صحیح مسلم کتاب الفتن و اشراط الساعۃ باب ذکر الدجال

7 صحیح مسلم کتاب الفتن و اشراط الساعۃ باب ذکر الدجال

8 صحیح مسلم کتاب الفتن و اشراط الساعۃ باب ذکر الدجال

9 سیرۃ حضرت سیّدہ نصرت جہاں بیگم مؤلفہ حضرت عرفانی صاحب

10 میخانۂ درد مؤلفہ سیدنا صرنذیر فراق (نواسہ حضرت میر درد) صفحہ 27-26 مطبوعہ جید برقی پریس

11 میخانۂ درد مؤلفہ سیدنا صرنذیر فراق (نواسہ حضرت میر درد) صفحہ 27-26 مطبوعہ جید برقی پریس

12 تذکرہ صفحہ 314 ایڈیشن چہارم مطبوعہ ضیاء السلام پریس ربوہ 2004ء

13 تذکرہ صفحہ 30 ایڈیشن چہارم مطبوعہ ضیاء السلام پریس ربوہ 2004ء // تریاق القلوب صفحہ 64 روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 272 حاشیہ

14 حیاتِ ناصر مؤلفہ حضرت میر ناصر نواب صاحب، صفحہ 6 مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس ربوہ 2004ء

15 تذکرہ صفحہ 29 ایڈیشن چہارم مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس ربوہ 2004ء

16 تذکرہ صفحہ 449 ایڈیشن چہارم مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس ربوہ 2004ء

17 اخبار بدر قادیان 20 جولائی 1905ء صفحہ 7

18 اخبار بدر قادیان 20 جولائی 1905ء صفحہ 7

19 الفضل قادیان 25 جولائی 1947ء صفحہ 5 جلد 35 نمبر 175

20 آپ بیتی مؤلفہ حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ

21 عبارت کتبہ مزار حضرت میر صاحبؓ تحریر کردہ حضرت مصلح موعودؓ

22 الفضل 13 جون 1944ء صفحہ 2 جلد 32 نمبر 136

23 الفضل 13 جون 1944ء صفحہ 8

24 تقریر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ اصلاح نفس انوار العلوم جلد 5 صفحہ 408

25 قرآن کریم: سورۃ العنکبوت: 70

26 الفضل قادیان 3 نومبر 1936ء صفحہ 4 جلد 24 نمبر 107

27 قرآن کریم: سورۃ الانعام: 53

28 الفضل قادیان 3 نومبر 1936ء صفحہ 5 جلد 24 نمبر 107

29 الفضل قادیان 3 نومبر 1936ء صفحہ 5 جلد 24 نمبر 107
30 ماخوذ از آپ بیتی مؤلفہ حضرت میر محمد اسماعیلؓ صفحہ 29-30
31 الفضل 2 ستمبر 1988ء صفحہ 4
32 الفضل قادیان 28 جولائی 1947ء
33 الفضل 17 فروری 1961ء صفحہ 4 جلد 50/15 نمبر 4
34 بخارِدل طبع 1970ء لاہور صفحہ 75 ، طبع 2006ء کراچی صفحہ 87
35 ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ: جلسہ سالانہ برطانیہ 2002ء
36 بخارِدل طبع 1970ء لاہور صفحہ 80 ، طبع 2006ء کراچی صفحہ 95
37A معجم احادیث، الامام المہدی، الجزالاوّل، الشیخ علی الکورانی، حدیث نمبر 349، 356
37B النجم الثاقب اھتداء لمن یدعی الدین الواصب مصنفہ سلیمان جلد دوم، 1310ھ مطبع احمدی مغلپورہ پٹنہ ہندوستان، صفحات 134 اور 195
38 خطبہ الہامیہ روحانی خزائن جلد 16 صفحہ 61
39 سنن ابن ماجہ کتاب الفتن باب خروج المہدی
40 جواھر الاسرار صفحہ 43 مؤلفہ شیخ علی حمزہ بن علی، روحانی خزائن جلد 11 صفحہ 325
41 انجام آتھم، روحانی خزائن جلد 11 صفحہ 325
42 انجام آتھم ضمیمہ روحانی خزائن جلد 11 صفحہ 326

43 انجام آتھم روحانی خزائن جلد 11 صفحہ 324

44 انجام آتھم ضمیہ روحانی خزائن جلد 11 صفحہ 329

45 ماخوذ از سیرت المہدی جلد اوّل صفحہ 295 روایت نمبر 320 مؤلفہ حضرت مرزا بشیر احمدؓ

46 عبارت کتبہ مزار حضرت میر محمد اسماعیل تحریر کردہ حضرت مصلح موعودؓ

47 ارشاد حضرت مصلح موعود بموقع مجلس شوریٰ 1922ء

48 عبارت کتبہ مزار حضرت میر محمد اسماعیلؓ تحریر کردہ حضرت مصلح موعودؓ

49 عبارت کتبہ مزار حضرت میر محمد اسماعیلؓ تحریر کردہ حضرت مصلح موعودؓ

50 خطبہ جمعہ حضرت مصلح موعودؓ 11 جولائی 1924ء بمقام قادیان

51 بخارِ دل مطبع 1970 لاہور صفحہ 7 مضمون شیخ محمد اسماعیل پانی پتی صاحب

52 عبارت کتبہ مزار حضرت میر محمد اسماعیلؓ

53 دو بھائی مؤلفہ مولانا غلام باری سیف صاحب صفحہ 45، 46

54 دو بھائی مؤلفہ مولانا غلام باری سیف صاحب صفحہ 46، 47

55 دو بھائی مؤلفہ مولانا غلام باری سیف صاحب صفحہ 48

56 الفضل قادیان 22 جولائی 1947ء صفحہ 4 جلد 35 نمبر 172

57 الفضل قادیان 23 جولائی 1947ء صفحہ 4 جلد 35 نمبر 173

58 الفضل قادیان 23 جولائی 1947ء صفحہ 4 جلد 35 نمبر 173

59 الفضل 6 اگست 1947ء صفحہ 3 جلد 35 نمبر 185

60 الفضل قادیان 24 جولائی 1947ء صفحہ 4 جلد 35 نمبر 174

61 الفضل قادیان 22 جولائی 1947ء صفحہ 5 جلد 35 نمبر 172

62 دو بھائی صفحہ 13 مؤلفہ مولانا غلام باری سیف صاحب

63 اُردو کلاس حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ 31 جنوری 1999ء

64 الفضل 6 اگست 1947ء صفحہ 4 جلد 35 نمبر 175

65 صحیح مسلم کتاب الفتن والشراط الساعة

66 صحیح مسلم کتاب الفتن والسراط الساعة

نام کتاب .... حضرت میر محمد اسماعیل رضی اللہ عنہ

مصنف .... سید حمید اللہ نصرت پاشا

کمپوزنگ .... مقصود اظہر گوندل

اشاعت طبع اوّل.................. 2008ء ربوہ

ناشر طبع اوّل .... مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان

اشاعت طبع دوئم .... 2009ء قادیان

ناشر طبع دوئم....................... نظارت نشر و اشاعت قادیان

طبع سوئم.......................... 2019ء

ناشر طبع سوم....................... وکالت تصنیف لندن